



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل  
العلم نوراً والجهل ظلاماً

والعلم نوراً والجهل ظلاماً  
والعلم نوراً والجهل ظلاماً



# وساچ



دنیا کے زمانہ جاہلیت میں تمام جہگڑوں قضیوں کی تین وجوہ گئے جاتے تھے  
 زن - زرسزین - تدن نے اتنا ضرور کیا کہ اُن جہگڑوں کی اہمیت کو بہت کم کر دیا  
 جن کا تعلق صنف ضعیف یا بقول حقوق طلب عورتوں کے صنف مساوی سے  
 تھا۔ مگر جہگڑوں قضیوں کی متعدد وجوہ اور پیداکرویں۔ ”چمدرو“ کے چند مضمون  
 نگاروں سے بھی نہ رہا گیا اور آخرش اپنی مذہبیت کا ثبوت اس طرح سے دیدیا کہ  
 ”حاجی بغلول“ کو ازل سے ہستی میں لے آئے۔ اب ہم ہیں۔ اور ایک جہان سے  
 حقہ پانی بند۔ موت زمیت کی شرکت ندارد۔ شاوی غنی کے تعلقات متروک۔ نہ  
 کسی کو بیٹی دے سکتے ہیں نہ کسی کی لے سکتے ہیں۔ اور وجہ کیا ہے؟ صرف اتنی کہ ایک  
 صاحب جن کا نام ”حاجی بلغل“ تھا۔ اور اب کثرت استعمال سے حاجی بغلول  
 رہ گیا ہے۔ خواہ مخواہ ہمارے ”شاہ جہاں“ آباؤ گیں اگر معمولی وغیر معمولی خفیہ و  
 علانیہ جلسہ کیا کرتے ہیں کبھی خط لکھ مانتے ہیں کبھی خطابات تجریز کر دیتے ہیں اور کبھی  
 گشتی چھٹیوں کا مسودہ تیار کر بیٹھے ہیں۔ خیر یہ تو تہا ہی مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ آداب ہندو  
 اپنے کو حاجی بغلول کیوں سمجھنے اور ہم سے اپنے لگا۔ لیکن ہے کہ حاجی بغلول کی تخلیق کے  
 وقت خلاق حاجی بغلول نے کسی سستی جاگتی تصویر کو پیش نظر رکھ کر حاجی صاحب موصوف کا  
 ڈھچھرتیا کیا ہو مگر اُن کے تولد کے بعد سے یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ بقول شاعر

بنے ہوئے ہیں وہ مغل میں صورت تصویر

ہر ایک کو یہ گاہاں ہے اوہر کو دیکھتے ہیں

کم سے کم آدھا ہندوستان یہ سمجھ رہا ہے کہ اُسی کو دیکھ کر حاجی صاحب کے بنانیوں نے اُن کی صورت و سیرت گھڑی ہوگی جب حجاب کی فرمایش سے حاجی صاحب کے ملفوظات از اکتوبر تا ستمبر شائع کرے گا خیال ظاہر کیا گیا تو ہم نے احتیاطاً یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ صاحب موصوف کی ایک تصویر بھی شائع کرویشے تاکہ کسی کو آئندہ شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ افسوس ہے کہ مصوٰف صاحب اس وقت السٹر میں ہمارے جنگی مصوٰف کی حیثیت سے رونق افروز ہیں۔ اور حاجی صاحب کا خاکہ تیار کرنے اور اڑانے سے معذور ہیں مگر ہم نے اپنے ایک مذہب خاص سے جو صبح شام کرنا کاتین کی طرح ہمارے ساتھ لگے رہتے ہیں اور محکمہ سیاسی سے مدّ معلومہ کے تحت میں ایک مستقل وثیقہ بھی پاتے ہیں ذیل کا حلیہ تیار کر لیا ہے جس سے کسی کو حاجی صاحب کے پہچانے میں ذرا بھی تال نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ صاحب علیہ نویسی میں فرو ہیں۔ اسلئے ہم یقین ہے کہ اب کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے گا۔

### حلیہ یہ ہے

ایک سر۔ دو آنکھیں۔ ایک ناک۔ دو کان۔ ایک منہ۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں اور باقی اعضا ربیعہ ہمارے اور آپ کے۔ اس کے بعد اگر اس حلیہ کا آدمی آپ کو کہیں نظر آئے اور آپ کیا نام کہ ملفوظات بغاوت کا کچھ حصہ سنا کر اُس سے مخطوط ہوئے کا از قسم ترجمہ منہی و شتمنا و تہقّبہ غرضیکہ کسی قسم کا اظہار کریں اور کوئی صاحب فوراً رفع یدین کر کے آپ کی فرق مبارک پر از قسم و ہول و وہب و طیانچہ و لطمہ و سیلی و تہیڑ و لہڑ و ٹیپ و چپٹ چنکٹ و کپت غرضیکہ کچھ بھی رسید کر بیٹھیں۔ تو سمجھ لیجئے کہ وہی حاجی بغول ہیں۔ اس سے زیادہ آسان طریقہ شناخت اور کیا ہو سکتا ہے۔ جب چاہے آزمایئے۔

مولف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# انتخابِ تجاہل عامیانہ

## حاجی صاحب کی پہلی تحریک

تجاہل، جہالت، بے وقوفی، بے خبری، بیوشی یا محض سادہ لوحی جو کچھ کہو، انسان کی اولین فطرت اور بہترین تغائے انسانیت ہے۔ کیا معنی کہ سب سے پہلا خطاب جو خلعتِ انسانی کے ساتھ اُسے عطا ہوا وہ "ظلم" اور "جہول" کا تھا لہذا اگر یہ صفت ضروری کسی وقت بھی اُس سے منفک ہو جائے تو وہ درجہ انسانیت سے بے تحاشہ گر پڑتا ہے اور تا وقتیکہ اپنی جہالت کا صدقِ دل سے اقرار نہ کرے دوبارہ جسمِ نامی متحرک بالا راہ مستقیم القامتہ مارش علی قدمیہ صاف بالخاصۃ کاتب بالقوی کا اطلاق اُس پر صادق نہیں آ سکتا۔ بنا بریں حالات ہم بلا خوف تردد مدعی ہیں (اور تمام دنیا کو مدعا علیہ تسلیم کروانتے ہیں)۔ مدعا علیہ تمہارا ہونہ کوئی قرآن نہیں آیا، کہ ہماری آنجناب تجاہل عامیانہ اُس وقت سے قائم ہے جب کہ عالمِ علوی و سفلی کے درمیان کوئی حجابِ حائل نہ تھا اور اس خاکدانِ مختصری نے اول اول شکل بیولانی اختیار کی تھی۔

یہ انجن اُس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم نے شیطان کے چکے میں آکر شجر ممنوع کچل کھایا تھا اور جہالت کے صلہ میں چھ کروڑ ستر لاکھ میل مربع زمین بلا شرکتِ غیر و مداخلتِ اورے پشتہا پشت کیسے دایمی معافی پائی تھی۔ اس انجن کا وجود اُس وقت بھی تھا جبکہ حکمائے یونان نے ثابت کیا تھا کہ آسمان فزویں اور باد جو داس کے کہ آٹھ آسمان منبر سے شرق کو گردش کرتے ہیں فلکِ اطلس سب کو گھسیٹ کر الٹی گھا دیتا ہے اور ناک پکڑ کر پورے پچھم کو چا کر دے دیتا ہے اور اُس وقت بھی تھا جب نیون زمین پر سیب کُرنے سے گھبرا گیا اور ڈارون نے مائیکہ اذنان بزرگ ہے۔

غرض کہ ہماری انجن روز ازل سے بحینہ قائم ہے اور جب تک، انسانی مسکن یعنی پیشی کا ڈھیسلا جس کا سیدھا سادہ عام فہم منصف نام تو وہ غیبی غاسق ہے اور جب علمی مہطلح میں نہیں کتے ہیں۔ سو بچ کے گوشقِ دغس کرتا رہے گا یا آفتاب نے مستقر کی تلاش میں سرگردان پریشان کچی عقد پر دیں اور کبھی "مستراق" کی طرف دوڑنا پھرے گا اور خواہ اپنی منزل گاہ کے پانی میں کھامبیا سب ہڑیانہ ہو انسانی جہالت میں کوئی فرق نہیں آئے گا انشا اللہ تعالیٰ اور ہماری انجن بھی قائم رہے گی

یوں تو ہم صغیر بچہ بنیں مثلاً ہم مرکب "علیگڑھ میں اور گپ" کامیڈی میں غرضکہ اکنافِ عالم میں پھیلی ہوئی تھیں، لیکن خاص وجوہ سے اُس کی کارروائیاں اصولِ مذہب کے مخالف تھیں اب تک صبیغہ راز میں رکھی جاتی تھیں اور عوام الناس کو اُس کے اغراض و مقاصد کا علم نہ تھا۔ اب چونکہ حاققت گاہ دنیا بڑے بڑے لوگوں سے خالی ہونے لگی ہے اور عام طبیعتوں نے کارخانہِ عالم کے مخفی غامضات کو نفرتِ حق سے دیکھنا کم کر دیا، لہذا یہ اتفاقِ جہور یہ طے کر لیا گیا کہ انجن اپنے خیالات اور آراء سے جو ہر تہ "مستراق" جذباتِ عقیدہ پر مبنی ہیں لوگوں کو آگاہ کرے۔ خدا کی مخلوق کو سیدھے راستے پر چلنا سکھائے اور بھٹکی ہوئی پیڑوں کو بلاتال پکڑ پکڑ کر گلے میں داخل کرنا شروع کر دے یہی معنی کہ ہر چھوٹے بڑے، انپکے بوڑھے، پیر سر قوت، جوان صالح اور جملہ اقوامِ عالم مثلاً ہندو مسلمان، عیسائی، انگریز، دھوبی، خانہ مان، بیڑا، بنگلی، بھٹی اور ان لوگوں کو جو بڑے بڑے عہدوں پر ہوں مثلاً کھٹک، کشن، لاٹ گورنر، تحصیل کے چیر ہسی تک کو بلا فیس مقول مشورہ دے اور لوگوں

کو صنعت و حرفت کا بھی شوق دلانے اور تجارت و زراعت کی ترقی پر خوب غور کرے اور یہ بتائے کہ لوگ خان بہادر کیسے بنتے ہیں اور شملہ پریسٹیشن کیسے لے جایا جاتا ہے اور جو کوئی پیش پائے گا مسئلہ پیش آئے اس پر بلا تعلق اصلاح دے اور تمام معاملات ملکی و مالی و اندرونی و بیرونی و اقتصادی و سیاسی و اقوال و مزید و دیگرے و ستر ایک سو تھہ ولارڈ مارنی و گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل و چیمبرس مینٹن و سم و ٹانکر صاحبان بہادر اور جتنے ملک کے حاکم ہیں سب کے متعلق اپنی جگہ رائے محفوظ رکھے بلکہ ضرورت ہو تو قبل از وقت شائع کر دے \*

پس اس حالت میں ہم کو یقین ہے کہ ملک اور قوم اور ہماری نیک ول گورنمنٹ و یجیلینڈ کونسل بلکہ کونسل آف انڈیا اور سکریٹری آف اسٹیٹ اور سر تھیوڈور مائین جسٹس میں علی گڑھ کالج کے پرنسپل تھے اور انڈین نیشنل کانگریس اور لندن مسلم لیگ و ناکارٹی چابی سمیٹا اور تمام لیڈران قوم اور وہ لوگ جن کو لاٹ صاحب نے منع کیا ہے کہ دور بیٹھ کر ملک میں شورش نہ پھیلا دیں ہر ملک رہر طبقہ کی ہماری رباؤں پر غور کریں گے اور ممکن ہو تو عمل بھی کریں ورنہ وہ جانیں ان کا کام جانے کسی شاعر نے کہا ہے \*

ز سعدی ہمیں یک سخن یاد دادر

کہ دنیا بود ویر نا پایدار

حاجی بلغم علی المکنی بہ ابی الفحول الشہید

حاجی بخاول ربوہ معروف

حجازی - ہندی - شمس المکتوبی - وارہ حال دہلی کوچہ چیلاب جہان خان

مرحوم آپ حیات میں رہتے تھے



# دلی میں پہلا جلسہ

آج بتایں گے، ۲۰ مارچ، شنبہ، شہر میں شنبہ بوقت۔ انجے دن بہ ساعت میں اندر مکان وقوعہ کوچہ چیلان میں مضافات شاہجہان آباد رجب نیا شہر تعمیر ہو جائے گا تو حاج آبا و اکیس کے بغل پرانے ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے یکھ، دو واڑوہ درجہ و بیڑوہ و قیقہ عرض البلد و دہشت درجہ و یا زوہ و قیقہ طول البلد (ماخوذ از غیاث اللغات مصنفہ ملا غیاث الدین صاحب رام پوری جہاں شوکت علی صاحب وغیرہ رہتے ہیں) ملک ہندوستان اقلیم سوم برعظم پیشیا نصف کرہ شرقی تودہ غنیمت، عاسق سیارہ سوم منجہ نظام شمسی (اسید ہے کہ ناظرین کو مکان کا صحیح پتہ معلوم ہو گیا ہوگا) غیر معمولی جلسہ نمونہ مذکور زیر صدارت جناب صدر نمونہ صاحب یعنی حاجی بلخ اللطیف صاحب المکنی بابی الفول والشہیرہ حاجی غبول بعد و پھر منعقد ہوا (اس لئے کہ وہ گھنٹے ممبروں کی انتظامیں کر گئے) جناب حاجی صاحب قیصر موصوف الصدے مضمون نوشتہ خاص بہ عنوان ضرورت اجرائے اخبار پڑھ کر سنایا جو کچھ یہ ایسے جناب صدر بلے تشہیر و اشتہار بذریعہ اخبار پھر و عرف کامریہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب ضرور چھاپے کا ورثہ شکایت رہے گی +

وہو ہذا

کیا نام کہ سب لوگوں کا اخبار ضبط ہو گیا۔ ملک میں بڑی کھلی مچی ہوئی ہے۔ لوگوں کو اخبار پڑھنے کو نہیں ملتا لہذا ہم خود اپنا ایک اخبار نکالیں گے جس میں تمام معاملات ماضی و مستقبل بیان کئے جائیں گے اور لوگوں کو بارہ بارہ چوبیس سال قبل و اب بعد کے تمام واقعات روزانہ بتائے جائیں گے بلکہ ممکن ہو تو ایک روز قبل چھاپ دیئے جائیں گے جس طرح کیا نام کہ بڑے بڑے اخبار و ولایت، الہ آباد، لندن، لاہور، جرمی اور پریس و دہلی امریکہ و جاپان و

وغیرہیں چھپتے ہیں اور روز بروز کی خبر نہیں چھاپی جائے گی اس لئے کہ تمام حکام ضلع و مینٹ  
پالیمینٹ و چوکیہ داران پولیس و محرران و فرسٹر جیڑی و صیفہ مال و ہرڈ آف ریونیو و محکامات  
نہرو آبپاشی و گنگ برار و گنگ شکست و جلد قانون گو یان حلقہ و پٹواریان دیہتی کہ الہ آباد  
کے لاٹ صاحب جواب ہماز پر ولایت چلے جا رہے ہوں گے کہتے تھے کہ اس سے ملک میں  
شورش پھیلتی ہے۔ پھر ہاں بھی اخبار ضبط ہو جائے گا تو کوئی کیا کر لے گا۔ اور اس اخبار کے  
ذریعہ سے دور بیٹھ کر شورش نہیں مچائی جائے گی بلکہ ممکن ہو گا تو گورنمنٹ سے تمام حقوق  
بندیہ خانا ماؤں اور میروں کے بطور خود مانگ لئے جایا کریں گے۔ وہ آپ دیدے گی۔  
پھر اخباروں میں لکھنے پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی اور اگر نہ دے گی تو ہم لوگ صبر  
کریں گے اس لئے کہ صبر کب بڑے درجے میں جس کے معاوضے میں بہت سیفے میٹھے پھل ان  
قسم انگورو وغیرہ بعد کو دستیاب ہوتے ہیں بقول شاعر۔

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارو

اور ممکن ہوا تو جملہ حقوق اکٹھے خطاب کی صورت میں لے لیں گے، اس لئے کہ اس میں  
سرکار کا کوئی نقصان نہیں اور نہ ہمارا ہی کوئی فائدہ ہے بلکہ ایک طرح سے فریقین کے مفید  
مطلب بھی ہے لیکن اس میں پبلک کو ہم سے بدگمان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے  
کہ خطاب لے کر ہم کچھ اپنے گھر میں تھوڑا ہی رکھ لیتے ہیں خطاب تو لوگوں ہی کی زبان پر ہوتا ہے  
پھر اس میں خطاب پانے والے کا کیا تصور، جو لوگ اس کو رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر تحقیق  
جب ہمارا اپنا اخبار جاری ہو گا تو خوب دل کھول کر کریں گے اور لوگوں کو سمجھائیں گے کہ  
خان بہادروں کو بُرا نہ کہیں بلکہ ممکن ہو تو تعریف کریں اس لئے کہ صاحب لوگ ان سے  
خوش رہتے ہیں اور اپنے ساتھ میز و کرسی وغیرہ پر بٹھلاتے ہیں اور کھانا بھی کھلاتے ہیں  
جس کو انگریزی میں ڈزکےتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ وفاداری بہت عمدہ چیز چنانچہ اکثر  
بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ:-

ہو بے وفائی مرثت نہاں

میا مژدہ دار زشت نہاں

لہذا ہر ایک کو چاہئے کہ وفادار بننے کی کوشش کرے اور نہ بن سکے تو لایل سلم سیوی  
بہیسی کامیر ہو جائے اس لیے وفاداری کو انگریزی میں کہتے ہیں لائٹی جس سے نقطہ لائل نکلا ہے  
اور لائٹن بھی یہ قاعدہ صرف ونچو اسی سے مشتق ہے اس لئے کہ روشنی بہت صاف ہوتی  
ہے اور آدھی سے گل بھی نہیں ہوتی پھر پائیس بھی اس کی تعریف کر دے گا اور :۔ ہر کار بھی  
نہیں پوچھے گی کہ ذل تم کیوں وفادار نہیں بننا ؟

اور ایک بات اور ہم اپنے اخبار میں بیان کریں گے یعنی ہندو مسلمانوں کو مل جانا چاہئے  
اور لوگوں کو دلائیٹ دوڑ دوڑ کر نہیں جانا چاہئے اس لئے کہ جو کوئی صاحب لوگ اُن کے  
بعد دلائیٹ جانے والے ہوتے ہیں وہ بڑا مانتے ہیں بلکہ گھبرا جاتے ہیں اور لوگوں کا  
اخبار ضبط کر لیتے ہیں لیکن اس میں اخبار والوں کی کوئی خطا نہیں ہے بلکہ حاکم لوگوں  
کی سمجھ کا پھیر ہے۔ تھوڑے دنوں میں آپ سمجھ جائیں گے پھر کسی کا مضمون نہیں چھپینگے  
اور نہ کنواٹنڈا کبر وغیرہ کو ضبط کریں گے۔ اُس وقت ہم بھی اپنا اخبار نکالیں گے۔ پھر خوب  
لطف ہو گا +

راقم حاجی بخلول جن کو لوگ حاجی بلع العالی بھی کہتے ہیں۔ مقام کو چھ چٹاں سے ہور  
پیس کے لئے لکھا تعلیم خاص، اگر کسی دعوے کنندہ کیا نام کہ باطل گرد وہ  
مکرر آئے کہ اخبار مذکور جو ہم نکالنے والے ہیں اُس کے مدیر رسول اور محمد رضوی بھی  
ہم ہی ہوں گے بلکہ اگر ممکن ہو تو مراسلات وغیرہ بھی لکھی جائیں گے اور شائع بھی ہم ہی کریں گے  
کیا معنی کہ ایڈیٹری وغیرہ کے تمام فرائض اور ذمہ داریاں لینے کو تیار ہیں لوگ ہمارا اخبار ضرور  
دیکھیں۔ فقط بند حاجی بخلول حجازی ہندی شرم الکھنوی وارو حال دہلی +

والسلام

# خفیہ جلسہ کا اعلان

کیا نام کہ کان پور میں واقعہ ٹانکہ ہو گیا جس کی وجہ سے حاکم لوگ مسلمانوں سے ہمت  
 خفا ہیں پس اس لئے ہم ایک خفیہ جلسہ کرنے والے ہیں جس میں بڑے بڑے والیان ملک  
 اسسٹنٹ ایڈیٹر ان بعض اخبارات \* \* \* \* \* و چند تعلقہ داران امداد و  
 خطاب یا مکان سرکار کبھی بہادر و چودھریان محلہ و حاجیان و نوابان صوبجات متحدہ آگرہ اور  
 و ممبران کونسل حضرات صاحب بہادر جو کیا نام کہ اس جانب کی رائے سے متفق ہیں  
 کئے جائیں گے، اور مسلمانوں کی تمت کا فیصلہ از سر نو کیا جائے گا اور ممکن ہو تو جو لوگ  
 ولایت جایا کرتے ہیں ان کی مخالفت بھی کی جائے گی، اور کان پور کی مسجد کا حصہ منہدم  
 یعنی وہ حصہ جو سرکار نے گرا دیا ہے اور جس کے لئے لوگ ایک بیٹیشن کرتے ہیں جس کو ہماری زبان  
 میں شورش کہتے ہیں سرکار سے واپس لے کر پھر اس کو دہریں گے، اور کیا نام کہ اس کے  
 معاوضہ میں ہر چار طرف ایک وسیع حصہ زمین کا مع چند خطابات کے حاصل کیا جائے گا  
 اور ایک فوشنا اور عالیشان مسجد کیا نام کہ سینٹ پال کے گرجا کے نمونے کی تعمیر کی جائے گی  
 جس کے نیچے لوگ راستہ چلیں گے اور پچ کے حصہ میں مسلمان ناز پڑھیں گے اور دھت  
 پر سے اگر ممکن ہو تو ٹریم گاڑی کی سرک بھی نکالی جائے گی جس کو دیکھ لوگ تعجب کریں گے  
 اور کیا عجیب کہ اللہ سیماں بھی خوش ہو جائیں لیکن کیا نام کہ یہ تمام کارروائی خفیہ کی جائے گی  
 اور کسی ادیب ناشناس زبان کے مڑے آوازی پسند ملک میں شورش پھیلانے والے  
 یا ان لوگوں کو جنہوں نے کان پور کے لئے چندہ جمع کیا ہے یا دہل کے ملازموں کی پیری  
 کی سہ یا اخبار ہمد و وغیرہ میں مضمون لکھتے ہیں مجاز نہیں ہو گا کہ ہمارے درمیان میں  
 دخل دے یا کسی قسم کا اعتراض مقول یا نامقول از قسم و لائل قانونی و حجت جنگالہ و ہر

سلم یا ثبوت دعوے بہ ابطال نقیض یا اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی حیثہ صراحتاً اشارتاً کنایتاً  
استعارتاً تلخیصاً تقدیراً یا کسی اور لفظ و دوز برا طریقہ پر پیش کرے ورنہ کیا نام کہ ہم بندہ حاجی  
بغلول بشرط اسکان مع جناب صدر انجن کے جلسہ چھوڑ کر جدھر سینک سہائے گی چلے جائیں گے  
اور شلہ و نینی تال و کوہ ہالیہ و بندھیہ چل و دار جنگ و ماؤنٹ ابو مغزی و مشرقی کھٹ  
و کوہ آدم و ست پرا و غیرہ پر جہاں جہاں صاحب لوگ گرمیوں کے موسم میں ہوا کھانے  
جاتے ہیں یا ہوٹل وغیرہ کرایہ پر لے کر رہتے ہیں جا کر مسلمانوں کی شکایت کر دیں گے  
پھر ہمارے اوپر کسی قسم کا الزام نہیں اس لئے کہ کیا نام کہ ہم حاجی ہیں اور تمام مقبض  
مقامات کی زیارت کر آئے ہیں اور بابو و کوٹ و پیلون و مہیٹ و غیرہ کے اس کے  
اندر ایک حج کیا ہوا جسم رکھتے ہیں پس ہم کو مسجد کے معاملہ میں ہر قسم کی رائے رکھنے  
کا حق حاصل ہے اور ہم مولویوں کے فتوے کے خلاف بھی کر سکتے ہیں بلکہ کیا نام کہ  
ہمارے پاس ایسے ایسے مولوی بھی موجود ہیں جن کی معرفت ہم مسجد گروا بھی سکتے ہیں۔  
ضروری جان کر گزارش کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

راقم نام بندہ حاجی بغلول محکم جلسہ خفیہ واقع شہر ممبئی  
مکرانکرا اگر کسی خفیہ نامہ تمھارے ہمارے خلاف کچھ لکھا تو ہم اسے اپنے اخبار  
وغیرہ کی معرفت ڈٹوائیں گے اور جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے پھر ہم ذمہ دار  
نہیں ہوں گے +

بندہ حاجی بغلول از مقام دہلی محلہ کوچہ چیلان  
جائے کامریٹ وغیرہ چھپتا ہے۔

# انجمن تجارِ عالمینا

کا

غیر معمولی جلسہ

— + —

حاجی صاحب کی تقریر

کیا نام کہ بڑا بھاری سرقہ ہو گیا۔ اور اگر سرقہ نہیں تو الہام ہو گیا۔ مگر چونکہ ہم اسے قائل نہیں کہ انگریزی لکھنے پڑھنے والوں کو الہام ہوتا ہے۔ اس لیے منطق کے دورے سرقہ ہی ہوا۔ کیا معنی کہ ہم نے اپنے خیال میں یہ طے کر لیا تھا کہ آجکل جب بہ بڑے جلسے ہو رہے ہیں چنانچہ بریلی میں جہاں کی میز کرسیاں مولوی ابو الکلام صاحب مشہور ہیں۔ احمدی میں جہاں حاجیوں کا سا فرخانہ احمدی اسلام ایسوسی ایشن قائم ہیں۔ احمدیوں میں جہاں مفتی وزیر من اودیشی مولوی احمد مسندار کے مدیر مسئول گئے ہوئے ہیں۔ اور دہلی میں جہاں ہمیشہ سے موجود تھے جن کی خالق باری مشہور ہے۔ اور ایڈنبرا میں جہاں بہت سے مسلمان شاگرد رہے ہیں۔ اور پٹنہ میں جہاں مولوی محمد بخش خاں مرحوم کتابیں چھاپتے یا جمع کرتے تھے۔ احمدیوں میں جہاں کے پیرے اور طاعبد القاد مشہور ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت میں اکبر بادشاہ کی سچو کھی ہے اور لکھنؤ میں جہاں کی چنگی نے ایک دفعہ کہا ہوں: بیٹیکس جیسے تاج پوشے کہتے ہیں، لگانا تجویز تھا۔ اور کلکتہ میں جہاں مولوی شبلی کی نظم ضبط ہو گئی یا بے دلی تھی۔ جلسے ہوئے اور گورنمنٹ میں بھی ہوئے اور ہو رہے ہیں جن میں لوگ تقریریں کرتے ہیں اور جو اخبارات میں چھاپی جاتی ہیں۔ اور بعض نقیب تو ایسی بھی چھیتی ہیں جیسا کہ ایک فقرہ کہ ایک حرف میں کبھی زبان سے انہیں نہ لایا گیا تھا۔ جب سب جگہ جلسے ہوئے اور یہ سب میں تو کیا وہ کہ ہم بھی جلسہ کریں۔

پس اندریں حالات ہم نے خیال کیا کہ ہم بھی جلسہ کریں۔ جسے انگریزی میں میٹنگ کہتے ہیں ہم پہلے کسی موقع پر کہہ چکے ہیں کہ ہم خان بہادروں اور خطابداروں کو برا نہیں کہتے نہ جبر جانتے ہیں۔ کیا معنی کہ یہ لوگ خطاب خود تقویرا ہی چھین لیتے ہیں بلکہ صاحب لوگ اپنے حکم سے دیتے ہیں جسے گزٹ کہتے ہیں۔ اور صاحب لوگ بھی مفت نہیں دیتے۔ بلکہ کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں دیتے ہیں۔ چاہے وہ شے وفاداری ہو یا ٹمک حلانی۔ اور چاہے ایمان ہو یا ڈالی۔ بہر حال دیتے کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں ہیں۔ اور ہر گاہ جو شے کسی قیمت میں خریدی جائے وہ نہ سود ہے نہ رشوت بلکہ تجارت ہے۔ اور تجارت کسی مذہب اور ملک میں بری نہیں۔ کیا معنی کہ صاحبان انگریز خود تجارت سے سلطنت پر فائز ہوئے ہیں۔ فلہذا ہم خطابداروں کو برا نہیں سمجھتے بلکہ تاجر جانتے ہیں۔ اسلئے ہمارا ارادہ تھا کہ تمام سی عیسائی "ٹیا ہی امی" خان بہادر۔ خان صاحب اور دیگر حوزہ و کلاں خطابداران زمانہ ماضی و حال و مستقبل بلکہ مضاربع و ماضی احتمالی و ماضی ثنائی تک کو مدعو کریں۔ اور ان اخباروں کے مدیرین مسئول اور محررین جنہوں کو بھی دعوت دیں۔ جن کی نسبت ہمیں یقین تھا کہ ہماری دعوت کو باعث اعتناء و افتخار سمجھیں گے۔ اور ہر پہلو سے جلسے کی غواہ خواہ تعریف و توصیف اسی کریں گے اور جلسے میں اگر کچھ حسد ابڑا ہوئی تو ہرگز ظاہر نہ کرینگے۔ اور نیز جلسے کے انعقاد کی خبر اپنے ناظرین اخبار کو پہلے سے نہ دیگے چاہے یہ انکا کتنا ہی اہم اسناداتی فرض کیوں نہ ہو۔ جن خطابداروں اور رشتہ آدمیوں کو ہم بلائے تھے۔ ان میں سے چند چوٹی کے آدمیوں کے نام یہ ہیں:-

(۱) جناب حاجی وفادار خان معتمد جو نام کے اعتبار سے ابراہیم صاحب سے بے حلف نہیں ہیں اور جنہیں کسی برسے آدمی کی فرضی و خیالی توہین پر بھی راستہ رنڈ غصہ آجائے کہ جلسہ عام میں آپہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔

(۲) سابق آرمیبل و حال نواب حاجی جان شاد خان بدیع جو نام کے اعتبار سے ابراہیم صاحب

کے خلف صفروں میں۔ اور مرغیوں کی سوانح عمری لکھتے اور اخباروں میں وفاداری پر مضمون چھاپتے ہیں +

(۳) مغلی نواب جن کا باوجود ”بالشر“ اور ”علما“ ہونیکے لڑائی میں ہمیشہ سرپرست اور نچا رہتا ہے +

(۴) گورنمنٹی نواب۔ جو باوجود رئیس جاگیر دار ہونیکے ”کمل پوش“ ہیں +  
(۵) آذربیل خان بہادر بالشر جو پانچ مذہبوں سے سینچے ہوئے باغ و خاکا اودھ کچہرا بیوہ ہیں +

(۶) آذربیل حاجی نواب خاں جن کا سر تو سنخ ہے مگر چہرہ کسی اور رنگ کا ہے +  
(۷) خان بہادر شیخ الرئیس جو اودھ کو انگریزی میں بولتے ہیں +  
(۸) بالشر صاحب بن متعلق کا گریں حال مصنف کتاب طبی جو ”ایک سطر ہی“ ہونیکے راجہ ”سر محمود آباد کو“ دم“ اور نواب وقار الملک کو چھلا (جسکے) بی چھل وانا یعنی بی یا انگلی میں پینے کی گول مویل چیز ہیں) بولتے ہیں۔ حالانکہ نواب صاحب کسی سنی میں پھنسا ہوئے تھے +

جن اخباروں کے مدیرین مسئول کو ہم دعوت دینے والے تھے۔ ان کے نام ہیں :-  
(۱) اخبار پول سیماء (۲) اخبار مزبورم  
(۳) اخبار و شاخہ (۴) اخبار مخالف قلم

ہم نے جلسہ کا اپنے خیال میں سب انتظام سوچ لیا تھا کہ نواب حاجی وقار خاں اور انکے رفقاء نے ہمارا خیال چڑایا۔ اور ایک دوسرے صاحب جنہیں ہم اس جلسے میں بلانے والے نہ تھے، ہماری وہ تقریر جو ہم جلسے میں کرنے والے تھے، اور جسے ہم نے اپنے دماغ میں اردو میں تصنیف بھی کر لیا تھا انگریزی میں جس پر اگر ہم۔ اکتوبر کے کیا نام اخبار کا مریت میں (جسے کو جب چیلان واقع ہندوستان سے منشی محمد علی جو دلائی میں میں چھاپ کر شائع کرتے ہیں) اگرچہ



نہیں سمجھ سکتے کہ جب منشی محمد علی "ہمدرد" کو ہر روز اور کامریٹ" کو ہر ہفتہ کو چھ چٹلاں میں بھیجتے اور شائع کرتے ہیں جیسا کہ دونوں اخباروں کے آخری صفحے کے نیچے لکھی ہوئی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ ولایت میں جسے انگریزی میں لندن کہتے ہیں کیسے موجود ہو سکتے ہیں۔ فلندز منشی محمد علی کو چھ چٹلاں ہی میں موجود ہیں، صفحہ ۲۳۴ پر چھاپ دی۔ جن صاحبان ہماری اردو میں خیال کی ہوئی تقریر کو انگریزی میں چھاپے یا انکے نام سے پایا جاتا ہے کہ وہ ہم چوڑا کرتے اور ترقی بخایا کرتے ہیں کیا معنی کہ ہم بوق ہیں +

فلندز ہمیں بہت افسوس ہے کہ اتنا بڑا سفر ہو گیا۔ اور جب ہم تہانے میں پٹ لکھانے گئے تو تہانے والوں نے رپٹ نہ لکھی اور مال مسرقہ کی ملکیت کا ثبوت مانگا۔ اور کہا کہ پہلے یہ ثابت کرو کہ یہ خیال پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا۔ ہم ثبوت نہ دے سکے۔ اس لیے نکال دینے گئے۔

اب ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ہم سب ممبران سپریم چندہ کر کے ایک آلہ صوت نویس اور ایک آلہ خیال نویس خریدیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آلہ صوت نویس ایجاد ہو چکا ہے جو چاندنی چوک میں بچتا ہے اور جسے انگریزی میں کیا نام کہ فونی گراف یا گرامی فون کہتے ہیں لیکن میں معلوم نہیں کہ ابھی تک آلہ خیال نویس بھی ایجاد ہو چکا ہے یا نہیں اور اسے انگریزی میں کیا کہتے ہیں۔ اگر ابھی تک ایجاد نہیں ہوا ہے تو ہم کیا نام ڈاکٹر الفعا سی احمد کو جو فلسفہ طبیعی کی ڈگری میں ہوا ہے کہیں گے کہ آلہ موصوف احمد کے بسرعت مکمل ایجاد کرادیں اس آلہ کا یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے دل میں جو آئندہ خیال آیا کرے یا وہ فوراً لکھ جائے گا۔ اسکے بعد اگر پولیس ہم سے ثبوت مانگے گی تو ہم پیش کر دیں گے۔ آلہ صوت نویس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جو ممبران سرپرست گاہ اس آلہ کے اندر منقوش ہو جائیں گے۔ اور ہر محکمہ "سیاہی" کے کسی نوکر کو موقع نہ ملے گا کہ نقیر کو غلط سلاط نوٹ کرے۔ مگر اس لفظ کا تلفظ لکھ جایا کرے گا۔ اہل اومضی نہیں لکھے۔ ان کے الفاظ اور سنی ضروری چیزیں ہیں جن کے نہ ہونیسے محکمہ "سیاہی" والوں کو

غلطی ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک محکمہ سیاسی والے نے لفظ محفوظ و محفوظ لکھا تھا۔ جب اُس سے معنی پوچھے گئے تو اُس نے کہا شاید اس کے معنی خطرناک کے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کہا تھا کہ اسم اور سٹی تو دونوں بے ضرر اور بے خطر ہیں۔ پر خطرناکی کہاں سے آئی؟  
 امر واقعہ کو پیش نظر رکھ کر ہیں چاہیے کہ سرکار کو کہیں کہ محکمہ سیاسی میں جو نوکر رکھے جائیں۔ انہیں کم از کم غیاث اللغات اور چیپرس ڈکشنری تو حفظ یاد ہونی چاہیے۔

حاجی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر ذیل کے رزولوشن پیش اور پاس ہوئے۔  
 زمانہ ماضی میں ایک لڑائی نوح دہلی میں درمیان کورٹوں اور پانڈوں یعنی علم و جبل کی ہوئی تھی۔ جس میں علم نے ہبل پرست پائی۔ اور جبکہ حالات کتاب مہا بھارت میں درج ہیں۔  
 زمانہ حال میں بھی ایک لڑائی نوح دہلی میں درمیان غریبوں اور رئیسوں یعنی صدق و کذب کے ہوئی۔ جس میں صدق نے کذب پرست پائی۔ چونکہ از بس ضروری ہے کہ اس آخری لڑائی کے حالات بھی کسی نظم زمیہ میں مستظم اور منضبط ہوں۔ اور یہ نظم اس پایہ کی ہو کہ ہومر کی ایڈ ورجل کی اینڈویس کی مہا بھارت و ایسی کی رامائن اور سنو ووسی کے شاہنامہ کے پہلو پہلو جگہ پاسکے۔ لہذا یہ جلسہ عام اشتہار و تباب کے جو شاعر خواہ وہ کسی تسلیم اور کسی ملک کا باشندہ ہو۔ اور دنیا کی کسی زبان کا ناظم ہو۔ اس لڑائی کے حالات بہترین پیڑہ میں نظم کرے۔ اُس کی خدمت میں بحساب فی شعر ایک کہ نکل صلہ پیش کیا جائے گا۔

ھیرلٹ + ملا علی بو دہاموی

صوفیہ + آغا صادق سنگرانی

(۳)

آتمیل سید ضاعلی۔ بی اے۔ ایل ایل بی وکیل مانی کورٹ۔ چونکہ مجالس جماعت کی کال سکے رواب میں سنگریزہ اندازی کے عادی ہو گئے ہیں یعنی بعض مجالس سرکاری میں ٹھیکہ ملا خطر شہر مانی اور بہ کمال شجاعت و بے جگری سوالات طویل و عریض کا ایسا سلسلہ لاتما ہی چھیڑ دیتے ہیں جو

ارباب حل و عقد کے سو مزاج حاکم کا باعث ہوتا ہے۔ اور بعض مجامع نیم سکری میں بطور  
مہمان نا طلب سیدہ پہنچ کر بلا خوف کوئٹہ لائیم اور کمال شوخ چٹھی وغیرہ سہی ایسا بیان بھیج فرماتے  
ہیں جو لیڈر ان وقت کے اشتغال طبع فوری کا سبب ہوتا ہے۔ لہذا جلسہ ہذا سرکار سے ملتی  
ہے کہ آنریبل ممبر کو غیر ناواقف یا کسی اسلامی دارالعلوم کا سکریٹری یا کسی مہتمم ریاست کا  
مدارالہمام بنا دیا جائے تاکہ موصوفہ نصیر کی قرارداد حق دہاں دوزی اور کما حقہ زبان بندی  
ہو جائے۔

پیرزادہ فقیر قطرب

قاضی رطلوق

محکم

صوفی

(۲)

یہ جلسہ اوٹیر صاحبان "ہمد" سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے "پروف ریڈر" کو ہدایت فرماویں  
کہ وہ ناظرین اخبار کے حواس خمسہ اندونی و بیرونی پر جسم فرمائیں اور بتین اور فاش غلطیوں  
کو تدریس کر دیا کریں مگر پروف ریڈر صاحب اس ہدایت کے بعد بھی نہ مانیں تو رسائل طخرا  
کا فقرہ ذیل (بلونی تصرف) ان سے ساتھ مرتبہ منظر لکھوایا جائے:- "دریں اخبار صبح را  
زیادہ از ایڈیٹر ان دخل است"

محکم

صوفی

رنداد جلسہ مسرہ فقیر حقیر ملا علی بودامونی حسب حکم جناب حاجی صاحب صدر :-

تجابل عامیانہ

# حاجی صاحب کی تقریر

## تجارتِ عالمیہ کا انفرنس میں

حضرات! کیا نام کہ سب سے پہلے میں آپ کو ایک نظم سناتاں گا۔ جسکے مصنف ہم آج  
بلا شرکتِ غیر ہیں۔ اور جو شکریہ کہ دماغ سے چوری نہیں گئی۔

نظم

کچھ عقل کا خدا نے عجب مول کر دیا      اوروں کو ڈھیر یوں تو مجھے تول کر دیا  
پہلے تو لوگ کہتے تھے چپٹی جو یہ نہیں      سنتے ہیں آج کل کہ اُسے گول کر دیا  
تعلیم کتبوں میں ہمیں مفت ملتی تھی      یونیورسٹی نے اُس کو بھی انمول کر دیا  
بلکہ اعلیٰ تہا نام مرا اسکو دیکھئے      اتنا مرٹھایاروں نے بخلول کر دیا

اب بعدہ۔ کہتا ہے یہ حقیر فقیر تفسیر کیا نام کہ شیخ فردوسی اپنی کتاب میں لکھ گئے  
ہیں کہ چو شمع از پے علم باید گداخت ۱۰ کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ۱۱ کیا معنی کہ  
مسلمانوں کو آج کل علم کی بڑی سخت ضرورت ہے۔ پس ایسے ہر ایک کو چاہیے کہ علم سیکھے۔ مثلاً  
علم انگریزی و علم عربی و فارسی و علم اردو و بنگالی و مرہٹی و گجراتی اجنارات کا ترجمہ و علم پنجابی و  
پشتو جسکو سر صدر پڑھتے ہیں و فرانسیسی و جاپانی و روسی و ترکی وغیرہ۔ مجھے کہو تو سارا سارا  
دن علم گنوا تا رہوں۔ نہیں کہتے ہیں کہ سائنسی علم دراد ہے پس جتنا چاہو اُس دریا میں غوطہ  
لگاؤ۔ مگر کیا ممکن ہے کہ کہیں تھکا پاؤ۔ مثل مشہور ہے کہ حاصل کرو علم کو اگرچہ ہو ملک چین میں یا  
صرف ملک چین میں بلکہ جن جن ممالک میں ہو مثلاً ممالک لندن و پیرس و فرانس و اسپین و مالاک  
کیپ و مثال وجوہی فیقہر جہاں مہند و ستانی شادی نہیں کرنے پاتے۔ و گلاس گوڈ و دیگر



فضل سے تم میں کسی بات کی کمی نہیں۔ بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔ مثلاً نواب قارالملک و مشر  
منظر الحق و مشر علی امام + + + وہ میاں محمد شفیع جن کے گھر میں سلم لگیک بھی ہے۔ و لائل مسلم  
ایسوی ایشن صاحب چرپا نیوٹن میں تار بیجا کرتے ہیں و محمد علی و شوکت علی و خدام کعبہ کا مرید و ہمدرد  
و وکیل و وطن و زمیندار و مسلم گزٹ مرحوم جرج جنارہ نکلا تھلا پہلا پینا پنا و نواب اسحاق خاں جو حاجی  
ہی ہیں ۱۰ ہر شیشیوٹ گزٹ میں مبارکباد کے تار چھپواتے + + + + + سو تہذیب  
و خانوں و شیخ عبدالمند و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جو کانفرنس میں لکچر دیتے ہیں و نواب اعلیٰ  
و نواب سر بلند جنگ و مشر رضا علی جو خفیہ جلسوں میں لڑا کرتے ہیں۔ و راجہ صاحب محمود آباد و  
نظام حیدر آباد و لیکچر و برودہ و گوٹھے و نواب عبدالمجید و امام صاحب جامع مسجد جونکی کر کے  
دریا میں ڈالتے ہیں کیا معنی کہ مسلمانوں کی مدد کر کے چھوڑ دلتے ہیں۔ و علما و پو بند و فرنگی محل  
ندوۃ المسلمان و لائشلی و مولانا حالی و غیرہ غرض کہ کن کن کا نام گنواؤں تمام ملک بیدروں سے  
بھرا رہتا ہے جیسا کہ یہ ناچیز آپ لوگوں کے سامنے بھی کھڑا ہے +

پس ثابت ہو گیا کہ یونیورسٹی بہت ضروری ہے۔ اور بغیر اسکے ہماری تعلیم اور معاشی ہے۔  
ہر ایک کو چاہیے کہ اس میں خوب دل کو لکھ چیدہ دے۔ اس لیے کہ کیا نام کہ اگر دنیا میں یونیورسٹی  
نہ بھی لی تو حاقبت میں شتر یونیورسٹیوں کا ثواب ہوگا۔ زیادہ حدادب فقط والسلام علی  
من اتبع الهدی +

مگر آنکہ مذکورہ بالا اسپیج ہم نے اپنے پرائیوٹ سکریٹری شیخ علی کی معرفت لکھوائی جو  
اگر کچھ غلطی رہ گئی ہو تو ان سے باز پرس کی جائے۔ ہم کو اس سے کچھ سروکار نہیں وہ جانیں ان کا  
کام جانے۔ لہذا یہ دست برداری لکھ دی کہ وقت پر کام آوے +

راقم الخ بندہ حاجی محمد علی صاحب جن کو لوگ کیا نام کہ  
انگلینڈ بھی کہتے ہیں۔ اذ مقام کو چڑچڑاں۔ جہاں نصیب  
کے مکان میں خدام کعبہ صلیب رہتے ہیں۔

# حاجی صاحب کا ایک خط



تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ حاجی صاحب تجاہل عامیاناہ کی کانفرنس میں تفسیر کر نیکے بعد کسی کاراہم میں مصروف ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے اس ہفتہ میں کوئی تازہ تحریر اخبار میں نہیں بھیج سکے۔ سلسلہ روایات کی نقیشت اور اصول درایت کی تنقید سے سختی ہوا ہے کہ آپ آجکل ایک قانون بعنوان قانون ایکٹ لیڈری کا مسودہ تجاہل عامیاناہ کی گورنمنٹ سے پاس کرانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس معاملہ میں جو تحریر انہوں نے ملا علی بودا ہنوی کے نام روانہ کی ہے اس کی ایک نقل ہم کو بھی مل گئی ہے جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں:-

جناب ملا علی بودا ہنوی صاحب! :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ آجکل مسلمانوں کو لیڈری کی ضرورت ہے۔ لہذا تم کو بذریعہ تحریر مذکورہ مسئلہ پر اس کے ایک مسودہ قانون ایکٹ لیڈری مشن قانون ہائے برائش انڈیا یعنی تقریرات ہند جس کے ذریعہ سے چور پکڑے جاتے ہیں اور پھانسی ملتی ہے و شرح ایکٹ لگان و ضابطہ دیوانی و ضابطہ فوجداری و قوانین نافذہ وغیرہ نافذہ و ایکٹ ملتے مضبوط شدہ و غیر مضبوط شدہ و مجریہ پیشہ و قانون مطابق ہند جس کے رو سے کچھ تکبیر ضبط ہوتی ہے اور اخباروں سے ضمانت طلب ہوتی ہے وغیرہ مرتب کر کے تجاہل عامیاناہ کی گورنمنٹ پیش کش کرو تاکہ آئندہ موسم بہار میں ہم لوگ لیڈر کہلانیکے قانون ماستحق ہو جائیں۔ اور دوسروں کو منع کریں کہ ایسا نہ کریں یا جیسا تم مناسب سمجھو اس لیے کہ اخبارات آجکل لڑتے ہیں کہ لیڈر کون ہیں کیا معنی کہ ایک صاحب جو دلاہیت گئے تھے وہ سر ایڈورڈ گرس سے ملے تھے مگر لوگ ان کو لیڈر نہیں کہتے اس لیے اخبار پورل سیاہ جو ہم لوگوں کا خیر خواہ ہے روٹھ گیا ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ قانون

ایکت لیڈری کے ذریعہ سے اسکی اشک شوئی کرویں۔ اور فریقین میں صلح مصالحت کے لئے  
راضی نامہ لکھوادیں تاکہ آئندہ خطرہ نقص امن کا باقی نہ رہے۔ والسلام فقط \*

حاجی بعلول

جواب جلد آنا چاہیئے ورنہ شکایت ہیگی اور کیا عجب کہ ہم قیامت میں دامن گیر ہوں \*

## کارروائی جلسہ نوشتہ قلم کا واک رقم فقیر حقیر

ملا علی بودہاموی

— \* —

یکم نومبر کو رات کے بارہ پر دو بجے ایک عظیم الشان جلسہ صدر دارالحل میں منعقد ہوا  
چونکہ اکثر عمدہ داران سرکاری کی آمد کا خیال تھا۔ لہذا نشست کے لئے فرش بے ریائے  
بوریا کا اہتمام کیا گیا۔ صدر انجمن کے لئے ایک کبل سیاہ ساختہ ٹمٹ پشم از پشت میں \*  
قیمتی ایک روپیہ بچھایا گیا۔ اس پر کھاروے کے غلاف کا تھیکہ جس میں تراشہ کامرئہ بھرا تھا  
رکھا گیا۔ روشنی کے لئے صدر انجمن کے پیچھے ایک مشعلی کھڑا کیا گیا۔ جسے ایک ہاتھ میں شعل  
اور دوسرے میں تیل کی کچی تھی۔ وسط جلسہ میں کہیں چمکتی اورنگ لگی بر بنی فقیہ سوزہ اور  
کہیں تیل میں بیگے بنولے مٹی کے پیالوں میں بھرے قرینے سے جا بجا رکھے تھے جب  
یہ مشعل اور چراغ روشن ہوئے تو سارا ہال بقتہ نور بن گیا۔ اور دو غن سر شعل کی بوئے غنبر تر  
شام جان کو معطر کرنے لگی۔ نیک دو بجے جناب حاجی صاحب مدد اپنے معروف لقب کے نیت  
بخش حکیم صدارت ہوئے۔ اور کائے وہو کے شور و شغب کے درمیان انہوں نے تقریر  
ذیل شروع کی :-

”جیہا مہ گورنٹ آف انڈیا جسے لا۔ صاحب ہاؤز کرتے ہیں۔ میں آئیہا آئیہا آئیہا



ہے۔ فلہذا جلسہ تجاہل کی رونق بڑھ جائے گی۔ اور اکثر جلسے ہونگے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم کیا نام قانون اخفائے واردات کے ڈربے اکثر جلسوں کے حالات شائع نہ کریں کیا نام ہم ان گورنمنٹی صاحبوں کے ممنون ہیں جو اس واسطے یہاں آئے ہیں کہ جلسہ تجاہل میں شریک ہو کر اپنے علم میں اضافہ کریں۔ آج کے جلسہ میں دو باتیں ہیں۔ جسے ہم اسے دو وجہیں کہیں گے پہلی بات تو یہ کہ آجی تاریخ دو شہرین ہے۔ کیا معنی کہ آج شمسی قمری مہینے بنگلہ بلکہ مدغم ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ آج نو مہر کی پہلی ہے اور ذی الحجہ کی بھی پہلی فلہذا دونوں مہینے مدغم ہو گئے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔ دوسری یہ کہ آج جو صاحب تقریر کریں گے وہ دو مذہبین ہیں۔ کیا معنی کہ کیا نام پروفیسر قطرب صاحب جیسا کہ خود انکے بیان سے مستنبط ہوگا۔ چھ مہینے مسلمان رہے ہیں اور چھ مہینے ہندو۔ فلہذا ہم چاہتے ہیں کہ انکا تعارف لکریں جسے انگریزی میں عنترودیوٹ کہتے ہیں۔ کس واسطے کہ جلسہ میں ماوار ان حضرات کے جو پہلے سے اعضاء تجاہل ہیں۔ آج بہت سے نئے صاحبان آئے ہیں۔ جو بڑے لاث صاحب اور منجھلے لاث صاحب اور چھوٹے لاث صاحب کے دقتوں میں چپراسی سے لیکر سکتھک ہیں جنہیں حیدر آباد میں معتمد کہتے ہیں۔ پس اندیش حالات لایا کہ ہم پروفیسر قطرب کا عنترودیوٹ کر دیں کیونکہ کسی عطاء کا قول ہے۔ شہید کے بود مانند دیدہ۔ کیا نام پروفیسر قطرب میں ایک بُرائی ہے جسے ہم پہلے کے دیتے ہیں کیونکہ کوئی ہم پر جو حاجی حرمین ہیں بزمانہ مستقبل بصیفہ واحد غائب حرف گیری نہ کرنے پاپ اور اگر کرے تو باطل ہو۔ اور وہ بُرائی یہ ہے۔ وہو هذا۔

”یعنی وہ واڑھی منڈاتے ہیں۔ واضح ہو کہ واڑھی منڈانا اگرچہ فعل متعدی ہے۔ تاہم اس میں فعل لازم بھی شامل ہے۔ جیسے قانون میں ذکر میں مونث بھی شامل ہے۔ یعنی یہ کہ وہ واڑھی لکھی حجام سے منڈاتے ہیں اور کبھی خود بھی مونڈ لیتے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں پر غصہ آتا ہے اور کبھی ہنسی بھی آتی ہے جو واڑھی منڈاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کالرا اور گلوبند بھی لگاتے ہیں۔ کیا معنی کہ اگر کالرا اور گلوبند سے ہی غرض ہے کہ سر دی میں اپنے نکلے کی حفاظت کریں اور

پینے یا پس سے کوٹ یا شیروانی کے گلے کو بچائیں تو دارھی ان دونوں خدمات کو بخوبی انجام دے سکتی ہے۔ یعنی جب کوٹ یا شیروانی پہنی جائے تو پہلے دارھی کو لگائی جائے۔ انگلیوں سے خوب پھیلا لیں۔ اور اپنے گلے پر اس طرح بچالیں جیسے پھر پر گھاس بچھاتے ہیں۔ اسکے بعد کوٹ یا شیروانی پہن کر گلے کا بن یا ٹک جلدی سے اس طرح لگائیں کہ دارھی اندر ہی دب کر رہ جائے۔ اس طریقے سے نہ جاذوں میں گلے کو ہوا اور سردی لگنی نہ گرمیوں میں پینے یا پس سے کوٹ یا شیروانی کا گلہ خراب ہوگا۔ یا سرفہم کہ ہم اپنی دارھی کو چونکا جیو ان ناطق کی آؤں سے بیکار پینکٹیں۔ اور ہیر بلکہ گدھے بلکہ کتے اور خدا جانے کس کس جانور کی صوف جھول کو گلے لگائے پھر میں جو باطل بیودہ بات ہو۔ ہمارا یہ چوہہ جو تم کا جسم پر دیکھ رہا ہے ہو ہم نے اپنی دارھی کے اُن بالوں کو تراش کر بنوایا ہے جو کیشٹ اور کشت سے زیادہ تھی۔ فلذا ہم نے ثابت کر دیا کہ دارھی منڈانا علم الاقتصاد کے رو سے فضول خرچی میں داخل ہے۔ اور فضول خرچی چاہے وہ بال برابر کیوں نہ ہو بڑی بات ہو۔ ہم نے منشی شوکت علی رام پوری ثم الکوچہ جیلانی جو علی گڑھ کی مجلس اطفال کمنہ کے معتمد ہیں یہی بحث کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ جب آپ روٹی کا رو بار کرتے ہیں جو اون کی ہم زلف ہو تو دارھی کو جو خود آؤں سے ضائع کرنا یعنی چھ۔ پس ایسی پڑانہوں نے دارھی چھوڑ دی۔ دارھی رکھنے میں اکیلا ایک یہی نفع نہیں کہ آدمی فضول خرچی سے بچ جائے جیسا کہ منشی محمد علی نے جو منشی شوکت علی کے بھائی حقیقی ہوتے ہیں اور جو کہ دارھی کی کاشت اور نگہداشت میں اپنے بھائی سے سرمو کم نہیں ہیں ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”میں دارھی دار تھا اور میری فریق مشہر سیلا۔ لہذا ہم پر کان فضول خرچی بجا ہے“ بلکہ اور بھی بہت سے خفیہ علانیہ فائدے ہیں۔ جنہیں ہم پہر کبھی موبو بتائیں گے بلکہ ایک انجمن بنام مجلس دفاع لمحہ بنانیوالے ہیں جس کا صدر انجمن منشی عبدالصمد صاحب کو بنائیں گے۔ اُس میں دارھی کے متعلق بڑی بڑی موٹنگا فیاں کریں گے۔ درینو لاہم پروفیسر قطرب کا عشرہ دیوث بیان کرتے ہیں دھو ہذا۔

یعنی یہ کہ وہ مدرسہ مسلمانان علیگڑھ اور ہندو کلیم ہارس میں جملہ علوم و فنون مثل کیمیا و ریاض و  
 سیمیا و اقلیمیا و قدیمیا و سرسپیا پڑھ کر ولایت گئے جسے انگریزی میں لندن کہتے ہیں۔ اور جہاں  
 حال میں منشی سرتا غاں و منشی امیر علی و منشی وزیر حسن صاحبان میں درباب مسلم لیگ و جوگا گنگر  
 کی بنت عم ہے، کچھ گفت و شنود ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے۔ لندن جا کر پروفیسر قطرب نے  
 مختلف السنہ مثل جرمنی (جہاں ڈاکٹر ضیاء الدین پڑھتے تھے) اور فرانسیسی (جہاں اخلاقا شخص  
 زیادہ سے زیادہ دو بچے پیدا کر سکتا ہے) اور ہنگالی (جو ہندہ ماترم کا وعظ جاکرتے تھے  
 جیسر شاید سرکار خفا ہو گئی تھی) اور چینی (جو چائٹو اور ہسین چہرے نے کاب ارادہ کر رہے  
 ہیں جو خدا جانے کتنی صدیوں میں پورا ہو پائے گا) اور سمرقندی (جسے ایک دفعہ خواجہ حافظ  
 صاحب نے کسی کام کے بدلے ایک شیرازی کو بختنے والے تھے) اور طبقات الارض اور علاج  
 موشیان اور کوراعشاریہ اور مقیاس الحرارة اور جرنیل اور گرامی فون اور موٹر کار وغیرہ سکھ کر  
 بی اے پاس اور مڈل پاس کا امتحان دیا۔ اور واپس آئے۔ اور پھر سیاحی کے لیے ہزار گنج  
 اور داتا گنج اور دار جلینگ اور یوگنڈا اور جزیرہ قفل سیاح اور کالا دیوی اور کسٹکا اور طابیا  
 اور جابلقا اور کالے پانی تک ہو آئے۔ اور اب دار الحکومت کے بین الاقوامی کالج کے پروفیسر  
 ہیں۔ اور ہمارے تجاہل عالمیائے کیمبرجی ختم شدہ اور علم بالاصواب +

مگر آنکہ پروفیسر قطرب میں ایک اور برکتی ہے اور وہ بھی ہم یہاں کہہ دیتے ہیں وہ ہوندا۔  
 یعنی یہ کہ وہ جلسہ میں تقریریں لمبی لمبی کرتے ہیں۔ اور سارا وقت کیا نام تو طویلہ تمہید و مخلص و  
 تشبیب ہی میں صرف کر دیتے ہیں۔ ہم نے اسلئے لئے کہدیا ہے کہ اگر انہوں نے بہت جلد  
 اپنی تقریر ختم نہ کر دی تو ہم اپنے حکم سے کہ اس جلسہ کے کیا نام صدرا خن میں جسے انگریزی  
 میں پریزینٹ کہتے ہیں سارے چارغ اکیں مگل کر ادینگے۔ والسلام خیر ختام +

مگر ثانی آئندہ۔ ہماری یہ تقریر جسے انگریزی میں اسپیچ کہتے ہیں اور کبھی لیکچر بھی کہتے ہیں  
 کل اخباروں کے مدیرین مسؤل اور محررین خصوصی نہایت غور کے ساتھ پڑھیں۔ اور پروفیسر

قطرب کی تقریر پر نوٹ کریں ورنہ ہم ناراض ہو جائیں گے۔ اور کیا نام پریس ایکٹ کی سختیاں دو کر نیچے ایسے سرکار دبا رہیں اب اسفاشن نہ کر نیچے جو ہم عنقریب کرنے والے ہیں۔ زیادہ چہ عرض نمودہ آید۔

مگر ثالث آنکہ اگر میرین مسؤل ہماری یا پروفیسر قطرب کی تقریر نقل کرنی چاہیں تو ہم ان پر سرقہ بالجبر الزام نہیں لگائیں گے۔ کیونکہ بالفعل ہم نے ان تقریروں کا حق تالیف محفوظ نہیں کیا ہے۔ وملت بالآخر۔

حاجی صاحب کی تقریر ختم ہوتے ہی اسے وہو کا غلغلہ پھر بلند ہوا۔ جسکے فرو ہونے سے پہلے پروفیسر قطرب جو ایک نہایت وجیہ و فکیل اور عزیز و طویل نوجوان ہیں تقریر کرنے کھڑے ہو گئے۔ انکی تقریر کو آغا صادق سنگرانی اردو شارٹ سینڈ میں حواہفا نوٹ کرتے گئے۔ جسے آغاے موصوف نے خوشخط لکھ کر مرحمت فرمایا ہے

## (۲) پروفیسر قطرب کی تقریر

حضرات! میں ممنون ہوں کہ آپنے تقریر کی اجازت دیکر میری عزت بڑھائی۔ میں جس مضمون پر آپ کی سامعہ خراشی کرنی چاہتا ہوں وہ وہ معرکہ الاراضیوں ہے جسپر کچھ دن سے ہندوستان کے نامی اخبار اور مقتدر اصحاب اظہار خیالات فرما رہے ہیں۔ لیکن اس بحث پر کچھ عرض کرنے سے پہلے بتانا چاہتا ہوں کہ میں خود کو کون ہوں۔ میرے قہر و قامت اور سنگ روغن

جناب نے مجھے ایرانی یا افغانی سمجھا ہوگا۔ اگرچہ میرے لہجہ نے جناب کو پھر شک میں ڈال دیا ہوگا لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جیسے میں کل آریہ ورت کو اپنا جنم بھوم سمجھتا ہوں ویسے ہی سرزمین عرب کو اپنا مولد و موطن جانتا ہوں۔ میری رگوں میں مار زفرم بھی ہے اور گنگا جل بھی میری پیشانی، عیسیٰ سجدہ کے نشان سے منور ہے ویسی ہی چندن کے تلک فزون ہے دہنے ہاتھ میں عقیقہ الجسر کی تسبیح ہے اور بائیں میں ردو راتچہ کی مالا، میں ہندو مسلمانوں کے اتفاق کی لیک بولتی چلتی تصویر اور ایک چلتی پھرتی نظیر ہوں۔ صاف لفظوں میں سنئے کہ میرے اللہ صاحب سبز دہری ہیں۔ اور میری ما، ہر دواہی۔ قطرب میرا اصلی نام نہیں بلکہ اس نام سے میں اخبارات و رسائل میں مضامین لکھتا ہوں۔ میرا حقیقی نام عربی النسل بھی ہے اور ہندی الاصل بھی۔ جناب کو تعجب ہوگا کہ ایسا کونسا نام ہو سکتا ہے۔ سنئے میرا نام عربی النسل ہونیکے لحاظ سے ”رجب علی“ ہے۔ اور ہندی الاصل ہونے کی حیثیت سے ”راجا پٹی“ میری اسی خصوصیت پر نظر کر کے جناب حاجی صاحب نے اپنے بلن طرز ادائیں فرمایا تھا کہ میں چھ مہینے مسلمان رہتا ہوں اور چھ مہینے ہندو۔ ایسی حالت میں جناب سلیم فرمائینگے کہ سب زیادہ خوشی جس شخص کو ہندو مسلمانوں کے اتفاق سے ہوگی وہ میں ہوں۔ کیونکہ ان دونوں قوموں کا اتفاق میری دو حال اور نہماں کا اتفاق ہے۔ ایسا وجہ سے مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ پر کسی فریق کے طرفدار ہونے کی بدگمانی نہ فرمائیں گے چونکہ وقت تنگ ہی اور حاجی صاحب نے طول تقریر کی سزا سخت تجویزی ہے۔ لہذا اپنا مافی الضمیر مختصر عرض کرتا ہوں۔

حضرات! ہندو مسلمانوں کے اتفاق کا سوال نیا نہیں، جو دو قومیں کم و بیش آٹھ سو سال سے دوش بدوش رہتی آئی ہوں، جن کی حالت پچھلے ڈیڑھ سو سال سے بوجہ ایک ہی سلطنت کی رعایا ہونے کے یکساں ہو۔ جنہیں سے کسی کو بھی ملک چھوڑ جانے کا خیال تک نہو جن کے ہمت سے اغراض و حقوق مشترک ہوں، انکے دماغ میں اتفاق باہمی کا خیال بار بار اور پرے دیکھ نہ آتا ان کی صحت دماغی میں شبہ نہ آتا ہے۔ میں جناب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ خیال بار بار آیا مگر

ہمیشہ دائرہ تخیل ہی میں رہا۔ میدان عمل میں نہ آیا۔ آپ میرے فحوائے کلام سے یہ نہ سمجھئے کہ ہندو مسلمان اس سے پہلے ہمیشہ چھری کٹناری رہتے تھے۔ اور کبھی صلح و سازگاری سے بسر ہی نہ کرتے تھے۔ معاف کیجئے اگر میں اُس فرسودہ خیال کا اعادہ کروں جو دونوں قوموں کے بڑھوں کی زبان پر اب تک اکثر آتا ہے۔ ”اس سے پہلے ہندو مسلمان برابر ایک دوسرے کے شریک رنج و راحت رہتے تھے۔ عید، بقرعید، محرم، بھی آتے تھے۔ اور ہولی، دیوالی، دہرے بھی آتے تھے۔ سنکھ بھی بجاتے تھے۔ اذانیں بھی ہوتی تھیں۔ ہندو مسلمانوں پر رنگ ڈالتے تھے، مسلمان ہندوؤں سے عید ملتے تھے، اس نئے پودہ نے نئی تعلیم پاکر دونوں قوموں میں ایسا سیپی کا کارنا کر دیا ہے کہ آئے دن بات بات پر سر پھٹیل رہتی ہے۔“

حضرات ہندو مسلمانوں کی نئی پودہ پر الزام لگانا بے سود ہے۔ میں حالت موجودہ کو ناگزیر سمجھتا ہوں۔ نئی پودہ پیدا ہونے والی اور اس میں نئی تعلیم کی اشاعت ہونے والی تھی، اور وہ ہو کر رہی۔ نئی پودہ آئی اور نئی تعلیم نفل میں لائی، تو نئی انگلیں اور نئی خواہشیں دلوں میں آئیں۔ قومیت و عصبيت کے خیالات پیدا ہوئے۔ قومی حقوق اور قومی فرائض کا احساس ہوا، ملی مدافعت اور مذہبی محافظت کی ضرورت لاحق ہوئی، اور یہ سب وہ باتیں میں جو ہونی چاہئے تھیں، اور بن ہوئے بچ نہیں سکتی تھیں۔ انفرادی اور بعض متبع پر جماعتی اتفاق اب بھی ہے۔ جہاں ایک دوسرے کی ذاتی یا فوری معاملات اس کے تقاضی میں۔ یا جہاں تعلیم و خیالات جدید کا اثر بالکل نہیں یا بہت کم پہنچا ہے مگر ہم جن اتفاق کو مطلع نظر قرار دیتے ہیں وہ اتفاق من حیث القوم ہے، اور اس میں شک نہیں کہ اتفاق من حیث القوم ہندو مسلمانوں میں اس ڈیڑھ سو برس میں تو ہوا نہیں اور نہ ہو سکتا تھا۔ رہی یہ بات کہ ایسا اتفاق اب ہو سکتا ہے یہ دونوں فرقہ میں وجود استعداد اور عدم استعداد پر منحصر ہے۔

خود مستانی نہ سمجھئے اگر میں عرض کروں کہ میں نہ صرف کل ہندوستان میں عرض خواہوں لائی دفعہ سفر کر چکا ہوں، بلکہ ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ، روڈیشیا کی تفصیلی سیر کر چکا ہوں۔

دوران سیاست میں میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں، اور نہ صرف رعایا و سلطنت کے تعلقات کا مشاہدہ کیا بلکہ مختلف الاقوام رعایا کی بین الاقوام زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ اور سلطنتوں کے باہمی اتفاق، اتحاد اور ابتلا کی تدبیر کی تاریخ پڑھی ہے۔ اس سیر و مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جب کہ چھوٹوں اور بڑوں، کمزوروں اور زبردستوں، بیوقوفوں اور عقلمندوں میں آئے دن منت نئے معاہدے اور صلح نامے ہر جگہ مرتب اور مدون ہوتے ہیں جن میں بڑا بڑا اور عقلمند حریف اپنے چھوٹے، کمزور اور بے وقوف فریق سے من مانی اور میسر ہو کر اپنے فائدہ کی شرطیں لکھوا کر انصاف کی آنکھوں میں خود غرضی کی خاک جھونکتا ہے کسی فرد یا کسی قوم میں حقیقی مستقبل، اور ولی اتحاد اس وقت تک نامکن ہے:-

- ۱۔ جب تک ہر فریق کو ایک دوسرے کی مساوی القوت ہونے کا یقین نہ ہو ۛ
- ۲۔ جب تک ہر فریق اتحاد کی اہمیت کو یہاں تک نہ سمجھ چکا ہو کہ عدم اتحاد کو اپنے لئے موجب خطر جانتا ہو ۛ

۳۔ جب تک ہر فریق کچھ لینے کی خاطر کچھ دینے کو مستعد نہ ہو ۛ

مسلمان اب تک مروجہ شامی، متول اور تعلیم کے اعتبار سے ہندوؤں سے بہت گتے دیتے ہیں۔ ہندو اس واقعہ سے واقف ہیں۔ اور مسلمان ناواقف نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بات یہ نہ ہو سکا کہ ہندو اتفاق کا دامن ہات مسلمانوں کی طرف بڑھائیں۔ یا مسلمان اتحاد کا حفظ نہ بان پر لائیں۔ مگر پچھلے دو تین سال میں:-

”خدا شہرے برانگیزد کہ خیری اوران باشد“ کچھ ایسی گونا گوں واقعات متواتر پیش آئے جن کا تعلق محض مسلمانوں سے تھا۔ اور جن میں مسلمانوں کے باہمی اتفاق، استقلال، فیصلہ اور طرز عمل سے یہ امر ہندوؤں کے ذہن نشین ہو چکا ہے کہ نہ صرف یہی کہ مسلمان نے جلد باہیں مہم نیم جانی وہ ابھی بہت دنوں تک زندہ رہنے والے ہیں۔ یہی وہ باعث ہے کہ ہندو جس نے اس تنگ نظری اور تنگ ظرفی سے کام نہ لیا جس سے وہ عموماً

اپنے مسلمان بھائیوں کی تواضع کرنے کی عادی تھا۔ اور یہی وہ خیال ہے جس نے ۲۹ ستمبر کے اخبار ہندوستانی (دکن) کے کالموں ایک ہندو نامہ نگار کی قلم سے یہ الفاظ کہوائے :-

”ضرور ہے کہ ہندو مسلمان ایک قوم اور متحدہ خیال ہو کر ہندوستان میں رہیں۔ مسلمان کسی دھرم کی اور جبر سے راضی ہونے والے نہیں۔ وہ ایک زندہ اور زبردست قوم میں۔ پہلے ہم ان کی پولیٹیکل اہمیت کے اپنے لیڈروں کے ہیکانے سے قائل نہ تھے، مگر واقعات نے بنو بنو ثابت کر دیا کہ وہ زندہ قوم ہیں اور ہندوستان میں پولیٹیکل اہمیت کا اعزاز ان کو حاصل ہے۔ وہ ایک زبردست زندہ قوم ہیں۔۔۔۔۔۔ گورنمنٹ کے لئے سخت مشکل ہے کہ وہ ایک زندہ زبردست قوم پر ایک مردہ و کمزور قوم کی خاطر اپنے کو مصیبت میں ڈالے۔ اور ہندوؤں جیسی مردہ قوم کے واسطے مسلمانوں سے بگاڑنا بھی پسند نہ کریگی۔۔۔۔۔۔“

عبارت بالا کو پڑھ کر شبہ ہوتا ہے کہ نامہ نگار موصوف نے اپنے مضمون کو ترسوں بنا دیا ہے، یعنی ایک طرف تو مسلمانوں کو زندہ و زبردست قوم کہہ کر اس کی مدح بجا آمیز ہے جو طبع کتنا زیادہ موزوں ہو گا۔ کی یہی دوسری طرف ہندوؤں کو مردہ و کمزور قوم کہہ کر ان کی سب سے غیرت کو وقف ہنسیز بنایا ہے، اور تیسری طرف گورنمنٹ کو ہڈیوں اور ڈیرہ پوک کا ہار کر کے اس کی آتش مطوت کو تیز کیا ہے۔ مگر ہمارا شیوہ سو بھلی نہیں ہندوستان کے اس کی ظاہری معنی دیتے ہیں +

اب اگر ان الفاظ اور جنگ بلقان اور واقعہ کانپور کے متعلق ہندوؤں کی طرز عمل کو دیکھ کر ہم یقین کر لیں کہ ہندوؤں آئندہ سے مسلمانوں کو اپنی مساوی استوت ماننے اور عدم اتحاد کے حال کو اپنے لئے موجب نظر جانے کو تیار ہیں۔ تو آؤ دیکھیں کہ وہ ہستان وہ وہ (Dare and dare) کے اصول پر کار بند ہونے کیلئے کہاں تک مستعد ہیں ؟

ہندوؤں نے اتفاق کی شرط نہایت بلند چمکی ہے۔ تادی۔ یہ کہ ہم مسلمانوں سے اتفاق کر کے موجود ہیں، مگر وہ اس کے قریبی جو۔ یہ اس سے ہمارے خلاف۔ اس کے خلاف



ظاہر ہے کہ گائے کا ذبیحہ محض قربانی ہی کے لئے نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ خوراک کیلئے بھی جس میں انگریز بھی ہمارے ساتھ شریک جرم ہیں۔ مگر ہمارے بھائیوں کی کمال مصلحت یہی ہے کہ قربانی کے سوال ہی کو آگے بڑھایا ہے، اور اس کے متعلق سربراہ اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی قربانی کے سوال ہی سے بحث کرتے ہیں۔ گاؤں غریب سے بحث نہیں کرتے۔

من۔ مقدمہ میں اگر کوئی مجوز امور تنقیحات طلب قائم کرے تو مجھ جیسے قانون دان شخص کی رائے میں اسے تنقیحات ذیل قائم کرنی ہونگی:-

۱۔ آیا مسلمان گائے کی قربانی کر کے ہندوؤں کی دل آزاری کرتے ہیں؟

۲۔ آیا مسلمانوں کو قربانی کا حق حاصل ہے؟

۳۔ آیا ہندوؤں کو انسداد۔۔۔ قربانی کا حق حاصل ہے؟

ہر جرم کی اجزاء ترکیبی دو اور صرف میں نیت اور فعل۔ ان میں سے جب کوئی ایک بھی مفقود ہو تو نہیں کہا جاسکتا کہ جرم کا ارتکاب ہوا۔ مسلمان بیشک گائے کی قربانی کرتے ہیں لیکن کوئی ہندو ہے جو اپنے ایمان و ہرم سے کہ سکے کہ مسلمانوں کی نیت دل آزاری کی ہوتی ہے؟ اگر ہے تو یقیناً وہ غلط گو ہے یا نادان واقف۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ قربانی کے وقت کسی مسلمان کے (چاہے وہ عالم ہو یا جاہل) حاشا خیال میں بھی دل آزاری کا خفیف سے خفیف پہلو نہیں ہوتا۔ اگر کوئی مسلمان قربانی کے خالص اور بے لوث نیت کے سوا کسی دوسرے خیال سے قربانی کرے (چاہے وہ خیال دل آزاری کا ہو یا نمود و نمائش کا یا جلب منفعت کا) تو ایسی قربانی ہرگز ہرگز مقبول نہ ہوگی، اور یہ فرض اس کے ذمہ بدستور رہیگا، اور کون مسلمان ہے جو شخص دل آزاری جیسے گناہ بے منفعت پاپنا رویہ خرچیگا؟ جب مسلمانوں کی نیت دل آزاری کی نہیں تو یہ قربانی کرنے سے دل آزاری کے گناہ کے مرتکب ہرگز نہیں ہوتے۔ اگر اس حالت میں بھی ہندو گائے کی قربانی کو جو مسلمانوں کا ایک مقدس مذہبی فرض ہے خواہ

مخواہ باعث دل آزاری سمجھ لیں جو مسلمانوں کا ہرگز منشاء نہ تھا، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ہندو بھائی باوجود وفور تعلیم و خواہش اتفاق ابھی تک جیل و نفاق کی ظلمت سے نہیں نکلے ہیں۔ وہ گائے کی تعظیم و تقدیس کرتے ہیں شوق سے کریں مگر انہیں کیا حق ہے کہ اُس قوم سے جو گائے کو کئی تعظیم و تقدیس کا مستحق نہیں ہے۔ جبراً گائے کی تعظیم و تقدیس کرائیں۔ ہندو دیوانے ہیں۔ ایک گائے نہیں بہت سے جانور تبرک اور مقدس سمجھے جاتے ہیں بہت سے پہاڑ مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ بہت سے دریا مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ بہت سے شہر مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ کل کو ہندو کہیں گے۔ کہ اگر مسلمان ان سب جانوروں، دریاؤں، پہاڑوں اور شہروں کو مقدس نہ سمجھیں گے تو ہندو اسی باعث دل آزاری سمجھیں گے۔ اگر یہی کیفیت ہو تو مسلمان کھلے خزانے کہتے ہیں۔ کہ ہندوؤں کی بت پرستی و باطل پرستی اور کفر و شرک سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوتی ہے کیونکہ یہ عیسیٰ وہی باتیں ہیں جن سے خدا نے وعدہ الٰہی نہ کی دنیا کو پاک و صاف کرنے کے لئے اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے۔

میری رائے ناقص میں یہ امور کہ مسلمانوں کو اخلاقاً، عرفاً اور قانوناً گائے کی قربانی کا مذہبی حق بجا طور پر حاصل ہے اور ہندوؤں کو اس کی انسداد کا کوئی حق حیناً و صریحاً نہیں ہے سلم الشہادت اور استغنی عن الدلیل میں۔ اب بفرض محال اگر مسلمان اپنے اس مسئلہ حق سے دست برداری پر راضی ہو جائیں تو ہندو اس کے معاوضہ میں کیا دیتے ہیں؟ اب تک تو جو کچھ سننے میں آیا ہے یہی ہے کہ درتم ہمارے گھر آؤ گے تو کیا لاؤ گے اور ہم تمہارے گھر آئیں گے تو کیا کھلاؤ گے۔ اس داد و ستد میں مسلمان اپنے بھائیوں کو جو کچھ دیں گے۔ اسے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

اتفاق ہے گائے کی قربانی کے حق سے دست برداری ہے  
اس کے مقابلہ میں ہندو اپنے سسان بیٹیوں کو جو کچھ دیں گے اسے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

اتفاق کچھ نہیں +

اب اس میں سے حصہ مشترک نکال دیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی کے حق سے دست برداری کے معاوضہ میں ”کچھ نہیں“ ملا دہو خسران میں ہے +

کیا اس امر کو اور وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہے کہ ہمارے ہندو بھائی بستان و بدھ کے اصول میں سے صرف جزو اول ہی پر کاربند ہونے کو تیار ہیں۔ جزو ثانی کا ذکر نہیں +

اب مسلمانوں کے سامنے ایک چھوٹا سا سوال ہے اور وہ یہ ہے :-

کیا محض اتفاق کی خاطر مسلمان گائے کی قربانی کے حق سے دست بردار ہو جائیں گے؟

میں اس بصرے مجمع میں صاف پکار کر کہتا ہوں اور امید ہے کہ میری کمزور آواز جو آپ کی سامعہ خراشی کر رہی ہے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کے کان تک پہنچا دی جائیگی کہ اُس وقت جب کہ گزشتہ واقعات کی وجہ سے مسلمانوں کا داغ پرغروش ہے وہ اس چھوٹی سی مگر نہایت ہی اہم اور اہم بالشان ٹول کا فوری اور تعمیلی جواب نہ دے سکیں بلکہ نہایت چہان پھٹک سوچہ بوجہ، دیکھ بھال، جانچ پڑتال سے معاملہ کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں تب جواب دینے کا خیال کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو اُن کے چٹکرائوں کی نسلوں بلکہ عجب نہیں کہ خود انہیں کو تا سفت ہو، اور یہ تا سفت شاید اُس نقصان کی تلافی نہ کر سکے جو اُن کی جلد بازی سے اُن کے حقوق ملی و مذہبی کو پہنچ چکا ہو۔ مسلمان یا دیکھیں کہ وہ چندے یا زیادہ سے زیادہ چند دن جو اس سوال کے جواب دینے اور اس مسئلہ کے حل کرنے میں صرف ہونگے، مسلمانوں کے سہا ساروں کے مستقبل کے باب جو ہونگے۔ منہ اور کینے لگنے کو ذبیحہ ہی عرف اجم۔ درود احد نزاعی معاہدہ نہیں بندہ سرکاری نوکرانوں اور دہندی سوال کو شنوں و رجروں میں کاغذی۔۔۔ اور اسی قسم کے بہت سے امور میں جو مذہبی

ہیں۔ پہاڑی راستہ کی طرح ایلیچوٹی پیچھے چھوڑتے ہی دوسری، اتنی ہی ادبچی چوٹی آگے آ جاتی ہیں۔ ابھی تو بہت سے امور ”ہندو مسلم اتفاق کے لئے اہم اور واحد شرط“ کا یس لگا لگا کر پیش کئے جائینگے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے قربانی کا معاملہ ایک اصولی معاملہ ہے جیسا کہ نبور کا معاملہ۔ اس کے علاوہ اس امر کی کیا ضمانت و فوہ داری ہو کہ وہ اتفاق جس کا قربانی سے دست برداری کے بعد وعدہ کیا جاتا ہے ایک مستحکم اور حقیقی اور مستقل اور ولی اتفاق ہوگا، اور ایک حق سے دست برداری کے بعد مسلمان دوسرے حق سے دست بردار ہونیکے لئے مجبور نہ کئے جائینگے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کبھی مسلمان قربانی کے استحقاق سے دست برداری کا بغرض محال خیال بھی کریں تو انہیں پیش نظر رکھنا چاہئے کہ نہ ان کے افلاس کی حالت اس کی مقتضی ہے، نہ فریق ثانی نے ان کے دل میں اس قدر گھر کر لیا ہے اور نہ یہ حق فی نفسہ ایسا کم قیمت ہے کہ دست برداری بذریعہ ہبہ کی جائے، بلکہ جب کبھی ایسا خیال کریں تو دست برداری بذریعہ ہج کریں جس میں زرخشن کی مجبوری محسوب نہ ہو بلکہ کھن اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔ حاشا کہ زرخشن اور کھن نقد سے میرا مطلب یہ نہیں کہ چند قرابہ ہائے سیم کے بدلہ میں اس حق سے دست برداری کی جائے۔ بلکہ زرخشن سے میری مراد شے بیہی کے قسم و جنس کے حق حقوق ہیں جو اس حق سے دست برداری کے معاوضہ میں ہندوؤں سے ملنی چاہئیں۔

میں نے بہت دیر تک آپ کی سامعہ خراشی کی جسکی معافی چاہتا ہوں۔  
نوٹ۔ پروفیسر قطرب نے یہ ایسیج کیم نومبر کو دی تھی۔ اس وقت انہیں خیال بھی نہ تھا کہ مشتری کی گاؤ زوری انتقال سے پہلے ہی اس حق پر ۱۰۔ نومبر کو اجودہ میں قبضہ و دخل بخالصانہ کرے گی۔  
(ملا علی)

## تازہ واروات

— ۴ —

لالہ خوش وقت رائے بقول خود حاجی صاحب کے ”قدیم مشتقائن“ میں ہیں، اور  
 دریا باطلع بارہ بنکی کے رہنے والے ہیں۔ البصیر کی اشاعت کا اعلان اور حاجی صاحب کا بیان  
 حلفی شدہ شدہ لالہ صاحب کے بھی گوش گزار ہو گیا۔ فوراً ایک خط حاجی صاحب کے نام  
 لکھ کر بہ نظر احتیاط بیرنگ روانہ کیا، اور لفافہ پر ”ضروری جواب طلب“، ساتھ ہی ڈاک خانہ  
 والوں کو یہ ہدایت بھی لکھ دی کہ اگر یہ لفافہ گم ہوا تو سرکار بہادر کی آمدنی میں ایک آنہ کی کمی  
 واقع ہوگی اور اپنی طرف سے باز پرس اور عدالتی چارہ جوئی کی دہکی اور صحیح پتہ پر نہ پہنچانے والے  
 مکتوب الیہ کے علاوہ خط کے کھولنے والے یا پڑھنے والے کے نام طلاق۔ غرض کہ سیرام پوری  
 کا غذا خانہ ساز لفافہ سیدھی اور آڑی تحریروں سے دونوں طرف سیاہ تھا، پتہ بھی وہ طولانی  
 تحریر کیا تھا جس کو حاجی صاحب نے اپنے بیان حلفی میں داخل کیا تھا۔ ڈاک والوں نے بالآخر  
 تین دن کی جستجو اور تلاش کے بعد خط حاجی صاحب تک پہنچا ہی دیا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا  
 ہے کہ جب پوسٹ میں نے بیرنگ محصول مانگا ہے تو حاجی صاحب کا عرصہ جس کو قدرت نے  
 شے لطیف کی کمی کے معاوضہ میں آپ کو بافراط عطا کیا ہے حد سے دیا وہ بڑھ گیا تھا، اور  
 قریب تھا کہ ڈاک والے سے اور آپ سے ہاتھ پائی ہو جاتی لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔  
 اور ایک صاحب نے اپنے پاس سے محصول ویکر اس قضیہ کو ختم کر دیا۔ خط کا مضمون حسب  
 ذیل تھا:-

جناب حاجی صاحب قدروان دوستان سلامت

بعداً وہ مخلصانہ و کورنشابت نیا زندانہ کی گزارش خدمت فیضد رحبت

میں یہ ہے کہ اعلان و اشتہار بابت اجراء اخبار رسمی ”البصیر“، بروزن البشیر نیانہ

کی ترسہ گزرا از حد خوشی و مسرت حاصل شد۔ اگر برائے یک شب انجانب نہیں آتا

مشاغل روزمرہ سے سبکدوشی حاصل کر کے رونقِ فرائے غریب خانہ ہوں تو عینِ رہ  
نوازی ہے \*

فدوی لالہ خوش وقت رائے

از مقامِ دریا آباد ضلع بارہ بنگی

اس کے ساتھ دو اور چھوٹے چھوٹے پُرزے لکھے ہوئے تھے جن کی نقل یہ کہیں مل سکی \*  
حاجی صاحب کے پرانے تعلقات سے ہم کو بہت کم واقفیت ہے۔ اور یہ نہیں بتا سکے کہ  
لالہ صاحب سے کس حد تک اُن کو خلوص ہے، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ دوسرے روز جب ہم حاجی  
صاحب سے ملنے گئے تو معلوم ہوا کہ رات کی ترین سے حاجی صاحب باہر تشریف لگے، اور دو  
تھرمز میں اشاعت کیلئے ہمارے نام چھوڑ گئے ہیں۔ جن میں سے ایک نظم لالہ صاحب کی کہی ہوئی  
ہے۔ اور دوسری انجمنِ تجاہلِ عامیہ کی غیر معمولی جلسہ کی کارروائی ہے جو مسلم لیگ کی مناقشہ  
کے بعد منعقد ہوا تھا \*

منظم

از لالہ خوش وقت رائے صاحب التخلّص بہ دولہ، سابق خوش نویس نوگشدرپریس

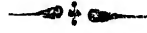
لکھنؤ۔ یقین حال وطنِ مالوت قصبہ دریا آباد ضلع بارہ بنگی ملک اودھ \*

— \* —

بھئی ہے فارسی نہ پائس انگریز جواناں	کر یا مقیمانک نہیں بکت وکاناں
بہ پاؤں بہ برکسندہ پسر سرف سرپوٹے	یہی پوشاک راج فوجی جو جواناں
غضبِ ایندور کا دیکھو گے میں پردہ سے اندر	لالن بوکت ہیں ہم نہیں شہیرت مکاناں
حکیم کے یہاں اب ریکابی ہو گئی معدوم	کڑ پو شیدہ غنم کا پھر بن بیترساناں
نہ پوچھو حال کچھ یونیورسٹی کے زشت خوئی کا	پسر کو چک ہاروفیل ہو گیا امتحاناں
جو ہو دنیا مخالف تو نہیں غم بکا کچھ لارہ	کہیں نکیل حاجی جی ہمارے شفقاناں

حاشیہ پر نامہ صاحب نے ازراہ واوٹلی یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "روزمرہ لائق ملاحظہ و قابل غور ہے"

## خطابات (ملا علی کا تب بودھاموی کی قلم سے)



چونکہ نوروز عالم افروز (یکم جنوری ۱۹۰۷ء) کی آمد قریب ہے جب کہ ہمارے استاذ گنجانہ دوست سے مستحقین و محتاجین نام و نود کو خطابات کے حصہ تقسیم ہو گئے اس سلسلہ خطابات سے متعلق بعض اہم امور پر غور کرنے کیلئے تجاہل عامیانہ کا ایک خاص باب ۵۱۰ اور ۵۱۱ کو وقت نظر آئے آفتاب عالم تاب دودھ دروارا بھل "میں منعقد ہوا نشست کا اختتام حسب اندام قنایم ارش بوریا سے بے ریا پر تھا۔ اگرچہ وروانہ عا در کھل چاندنی کی وجہ سے کونڈی کی "روزمرہ" (۱۱) اور تجاہل عامیانہ جیسی ضمایا پاش اور نور انگن طبع میں کسی وقت بھی روکش نہیں کیا۔ ریت انہما "۱۱" مشعل بردار تجاہل عامیانہ اپنی دلاوری کا ثبوت دینے کیلئے چراغ بھانڈا لیا تھا جس کا وقت و ہرمانی جناب حاجی صاحب مع اپنے لحم و شحم اور لحم و شوارب کے رونق انخرا کے قلم سحرارت ہوئے اور وروانہ نو بیٹھے ہی فرمانے لگے :-

کیا نام ہمارے ایک دوست کے یہاں ایک تقریب تھی جس کی وجہ سے آپ کو ہوا تھا پڑا، جلنے سے ہماری طبیعت کیا نام کھلند ہوئی اور کھلند ہی ترستے پڑتے تو اس کا نام پڑا۔ فہذا ہم اپنی تقریر قلم بند نہ کر سکے اور جب قلم بند نہ کر سکتے تو کیا، اہم کوک زبان پر کیے کہ کر لیتے۔ یہی جب کہ نہ سکے، تو یوں کیے کر لیتے، اور جب پایا وہیں تو اس وقت آپ کو کیا، انہما میں غلبہ آج ہم تقریر مطلق نہ کر سگے۔ ایک اور بات بھی ہے جس کی وجہ سے کیا نام ہم تقریر نہیں کر سکتے وہی ہذا۔ زمانہ ماضی میں ہم نے اپنے ملک یا اپنے وطن یا اپنے محلہ یا اپنی لگاؤ یا اپنے گھر کے اور نیز گورنٹ (جس سے مراد کیا نام ہے) لائے، صاحب خواہ، خجندہ لائے، صاحب خواہ، چھوٹے لائے،

سے ہے، ایک مقرر صاحب یا کلکٹر صاحب یا ڈپٹی صاحب یا تحصیلدار صاحب یا پٹواری یا چوہدری صاحب کی اور نیچے مذہب والوں یا برہمنی والوں یا کٹھن والوں یا پٹوار والوں کی کبھی چیلنا صراحتاً کوئی ایسی خدمت ہرگز نہیں کی جس کی قیمت میں ہمیں کوئی چھوٹا بڑا یا بھولا خطاب ملا ہو۔ اس جلسہ کے صدر ہونے کے کیا ہم حیثیت سے آج کل جو خدمت کر رہے بعض حضرات اسے بھی کسی خطاب کی قیمت نہیں سمجھتے۔ ظہرانہ حال میں بھی یہی کسی خطاب کے ملنے کا کھٹکا نہیں دیا اور آئندہ میں اسکا تو ہمیں مطلق خوف نہیں ہے کیونکہ کسی عقلمند کا شعر ہے۔

مترس اندھانے کہ شب در میان ست

اندھریں حالات ہیں آج کے جلسہ میں جو خطابات کے متعلق مشورہ کرنے کو منعقد کیا گیا ہے۔ کوئی تقریر کرنی نہیں ہے۔ ان یکم جنوری ۱۹۴۷ء کے گزٹ میں ہمیں کوئی خطاب مل گیا تو ہم گزٹ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ایک لمبی چوڑی تقریر کرینگے جس میں عہدہ داران سرکاری کی تعریف میں نثری فقیدہ سناں گے۔ نظر بحالات موجودہ ہم حکم دیتے ہیں کہ کارروائی جلسہ فوراً شروع ہو، حاجی صاحب کی تقریر (جسے صاحب موصوف تقریر ہی نہیں مانتے) ختم ہوتے ہی مشورہ ہائے ہولند ہوا۔ اس کے بعد جلسہ کے ایک مقتدر ممبر شمس العلماء خان بہاؤنشی جنٹلمن نے ذیل کا رزلویشن پیش کیا:۔

”وچونکہ دیسی خطابوں کی حالت بہ اعتبار کیفیت و کیت محتاج ترمیم ہے۔ لہذا یہ جلسہ معطیای خطابات کی خدمت عالی میں بحال ادب بنتی ہے کہ اس اہم معاملہ پر سرعت ممکنہ توجہ فرمائیں۔ اور جلسہ نہاکی تجاویز کو شرف قبول بخشیں تاکہ سال آئندہ کے فوروز کی تقریب پُر کا عمل درآمد ہو سکے۔ اس رزلویشن کو پیش کرتے وقت خان بہاؤنشی نے فرمایا:۔

حضرات! اس جلسہ میں ہیئت سے خطاب واد صاحبان موجود ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جنہیں ابھی تک یہ سمارت نصیب نہیں ہوئی ہے اگر ہر فوروز اور سالگرہ کے موقع پر یہ بحال رہتا رہتا اور موقع خطابات ہیں، بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہر جائزہ و نا جائزہ کو شرف سے



اپنے آپ کو مستحق خطاب بنا رہے ہیں، اور جن کے مساعی بہت جلد شکور ہو گئے (ہر طرف سے انتشار انتشار المذہب) ایسے ایسے حضرات کے سامنے اس نہایت اہم اور اشد زور و لیون کا پیش کرنا امید ہے کہ ناموزوں نہ ہو گا (ہر طرف سے نہیں نہیں) حضرات اگر نیری خطابات کیا بلحاظ نوعیت اور کیا باعتبار اہمیت ویسی خطابوں سے بہت نیا وہ ہیں۔ اسلئے ہماری خواہش ہرگز یہاں نہیں کہ ویسی خطابات کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی ہے آج کل جب کہ دنیا تدریجی ترقی کر رہی ہے ضرور ہے کہ ہر چیز درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے گھٹی بڑھی رہے۔ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ بازار میں عینکیں ہر نمبر کی ہوتی ہیں، موزے ہر نمبر کے ہوتے ہیں، کارٹوس ہر نمبر کے ہوتے ہیں، جوتی ہر نمبر کی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی وجہ نہیں کہ خطابات کی جو عینکوں، موزوں، کارٹوسوں اور جوتوں سے بدرجہا معزز، بدرجہا قاین، بدرجہا قیمتی اور بدرجہا کارآمد ہیں، نمبر نہ ہو کر اس فرض کیجئے ایک رئیس حاکم کے سلام کو ہر مہینے چار دفعہ حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے رئیس آٹھ دفعہ حاضری دیتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں دونوں کو ایک ہی نمبر اور قسم کا خطاب ملے۔

دوسرے خطابات کی موجودہ فہرست میں ایک اور خرابی ہے یعنی ہندوستان کی دو "جلیل القدر" قوموں کے خطابات میں نہایت درجہ عدم مساوات ہے جس کی وجہ سے ایک جلیل القدر قوم کی سخت دوشکینی ہوتی ہے۔ میں اس بھرے مجمع میں بلا خوف اہالیان خضیہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں عام شکایت ہے کہ ان کی قومی اور تفریقی خطابات بمقابلہ ان کے ہمسروہم دوش ہندوں کی بہت کم ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو فہرست خطابات :-

مسلمان خطابات	ہندو خطابات	مسلمان خطابات	ہندو خطابات
۱۔ ..... جہا ناہہ بہادر	۴۔ ..... دیوان بہادر	۱۔ ..... جہا ناہہ بہادر	۴۔ ..... دیوان بہادر
۲۔ ..... نواب بہادر	۵۔ ..... دیوان	۲۔ ..... راجہ بہادر	۵۔ ..... دیوان
۳۔ ..... راجہ	۶۔ ..... خان بہادر	۳۔ ..... راجہ	۶۔ ..... خان بہادر

مسلمان خطابات ہندو خطابات مسلمان خطابات ہندو خطابات

۱۔ ..... ۷۔ رائے بہادر ۲۰۔ ..... ۹۔ رائے صاحب

۴۔ خانصاحب ۸۔ رائے بہادر

فہرست بالا پر ایک نظر ملکہ چہارم نظر ڈالنے سے معلوم گا کہ ہندو خطابات کے مقابلہ میں صرف چار مسلمان خطابات ہیں۔ اگر اس کے جواب میں وہی مردم شماری دہلی پرانی اور پینٹ و جیش کی جائے تو میں یہ کمال ادب یہ عرض کروں گا کہ جناب حاجی صاحب صدر انجمن جلسہ ہذا کی بلینج اور جلوس تشریح کے مطابق خطاب تو دو مفت نہیں بلکہ کسی شے کی قیمت کے معاوضہ میں ملتا ہے چاہے وہ شے وفاداری ہو یا نمک حلائی، اور چاہے ایمان ہو یا ”ڈالی“ اب اگر بازاری خرید و فروخت پر بھی مردم شماری کے اعداد و شمار کا اثر پڑا تو اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب کہ ہندو گھاس والے کو گھاس کے ایک گٹھے کی قیمت تمن آنہ ملتی ہے مسلمان گھاس والے کو اتنے ہی بڑے گٹھے کی قیمت ایک آنہ ملنی چاہئے، اور جب وہ یہ کہے کہ میرا مال اتنا ہے جتنا ہندو گھاس والے کا تو اسے سمجھا دیا جائے کہ ”چونکہ تمہاری آبادی ہندوستان میں ہندوؤں سے کم ہے لہذا تمہیں اسی نسبت سے قیمت دی جاتی ہے۔“ یہ منطق مسلمانوں پر کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ سخت و گراں ہے اس کے علاوہ ایک اور مصیبت ہے کہ ہندو اپنے نو خطابات کی تمنا اور بلا شرکت احد سے ملک ہیں، مگر مسلمانوں کے چار خطابوں میں چار شریک ہیں۔ شاید آپ لوگ باوجود مالک خطاب، مستحق خطاب اور مستحق خطاب ہونے کے اس کا مطلب نہ سمجھیں گے۔ لیجئے میں اپنے الفاظ کی شرح کرتا ہوں۔ ہندوؤں کے نو خطابوں میں سے ایک بھی نہیں جو کسی غیر ہندو کو دیا جاتا ہو، مگر مسلمان خطاب پارسوں، یہودیوں اور دھرمی عیسائیوں کو بھی دے جاتے ہیں، اور انہیں اقوالہ کرد قوام اور کسی موقع پر نہیں مگر صرف خطاب یابی کی غرض سے مسلمانوں میں داخل الٹ ہو کر علیہم علیہم کے مستحق ہوتی ہیں۔ بنار علیہ جلسہ ہذا سفارش کرتا ہے کہ وہی خطابات کی ترتیب آئندہ سے باضافہ خطابات جدید اس طرح ہو۔

مسلمان خطابات ہندو خطابات مسلمان خطابات ہندو خطابات

- ۱ بیارنواب بہادر ۱ بہادرراجہ بہادر ۷ خام بہادر ۷ راسے بہادر
- ۲ نواب بہادر ۲ بہاراج بہادر ۸ خاں صاحب ۸ راؤ صاحب
- ۳ نواب ۳ راجہ ۹ خام صاحب ۹ راسے صاحب
- ۴ فوجدار بہادر ۴ دیوان بہادر ۱۰ خاں ۱۰ راؤ

- ۵ فوجدار ۵ دیوان ۱۱ خاں ۱۱ راسے
  - ۶ خان بہادر ۶ راؤ بہادر ۱۲ حاکم خیمہ ۱۲ راسے معلوم
- (کیونکہ جناب اگر نمبر ۱۲ کے دونوں خطاب کسی کو ایکٹھے لی جائیں تو کیسا؟ تجاہل)

اس فہرست کے متعلق مجھے چند جملے عرض کر رہے ہیں (۱) نواب بہادر اور راجہ بہادر

باقی راجہ مساوی ہیں، بہادر راجہ بہادر ان دونوں سے بڑا ہوا ہے نیز زیادہ صرف

درہما ہے، چونکہ یہ کلمہ تعظیم و تفضیم ہے اس لئے فارسی میں اس کا ہم معنی یا قریب المعنی لفظ

دوسیار ہے جو نواب میں لگادیا اور "سیارنواب بہادر" و "راجہ بہادر" کے برابر ہو گیا۔

(۲) دیوان کے مقابلہ کا لفظ فوجدار ہی ہے، چنانچہ منہل کو حاکم دیوانی اور مجسٹریٹ کو حاکم

فوجدار ہی کہتے ہیں۔ ایسی حالت میں دیوان کے جوڑ کا لفظ فوجدار ہوا جو مفرد اور مرکبہ، امانتوں

میں درج کیا گیا۔ (۳) راؤ بہادر کے مقابلہ کا ذریعہ خان بہادر ہے، راسے بہادر کے

مقابلہ کا خطاب اب تک مسلمانوں کیلئے نہ تھا، مگر راؤ اور راسے میں بوضوح ہے وہ صرف

آخر کے حرف میں ہے یعنی اول الذکر میں راؤ مجبوراً اور آخر میں راسے تھا، اس لئے خان

کے مقابلہ کا جو لفظ ہوا اس میں بھی فرق صرف آخری میں ہونا چاہئے۔ لہذا ایسا لفظ وضع

تجزیہ کیا گیا،

(۴) آخر میں ایک نہایت ہی عجیب و غریب خطاب برپا کیا گیا ہے جسے خطابیوں کی ونیاس حسب ذیل

تجزیہ لکھنا چاہئے۔ اس کا نمبر ۱۱ ہے اور یہ اس شخص کو محض بے غرضت افزائی ملنا چاہئے

جو خطاب کا مستحق ہو مگر بجز اس کے اور کچھ نہ کر سکا، نہ کہ جیسے چاہے۔ صاحب کو "نامہ"

ابہم دو سر سے تھم کے خطابوں کا ذکر کرتے ہیں :-

اول شمس العلماء اب تک صریح اکیلا اور مجاورہ اہل پنجاب و واحد خطاب ہے ہوسر  
 آمد شمار فحول علامہ شہابی بخاری برائے سہ لیکر میراں جی باواند تک سہراش مسلمان کو چسے اٹھی سیدہ ہی  
 نمازیاد ہوا لفظ نمازیہ نماز خزانہ شالہ میں ہے جو بیت سے متوسط العلم مندرجہ گوٹ، مہارلوں  
 کو نہیں آتی، ملت اور نسلا گیسہ اس کے تحت لکھتے نمبر نے چاہیں، مثلاً جو عالم ارسطو اور افلاطون  
 کے فلسفہ کے پروردگار، ان کے آثار، اور جو جبر کی تہرہ آتی، اگر رشتہ محض چو خال، سر سیتی علم فن، کہنی  
 چاہے، اس سے دور شالہ اب سے، اور سر اہل ہائی گیسے آرزو مسہ، نامتھماں، کو سترہ راجھیا دی پڑانا  
 آتا ہوا گیسے، گور رشتہ، ہاں سے یہ تہرات، نمبر نو از نا، یا سہ اس سے اور خطاب دوسرے جابہ از نا  
 شالہ میں نہایت فیر ہے۔

۱ شمس العلماء

۲ قمر العلماء

۳ نجم العلماء

۴ درۃ العلماء

۵ وقصر شمس العلماء

(لکھ تحقیقات تازہ کے لحاظ سے، اس پر گنہ گار کا خطاب برقیۃ العلماء میں، وہاں چاہئے)

تجہ اہل

تانیاً - اعلیٰ یونانی کو گور رشتہ کی طرف سے اب تک جو خطابا خدا مافوق الملک، اور  
 شمار الملک کے مل چکے ہیں وہ بجائے خود نہایت موزوں و مناسب ہیں، اور ان تضرعات کو  
 سنے ہو، جو ان کے ہر طرح ان میں گر لیتے بھی نام لکھیں، جن شخص پڑیاں ہی باندھنی جانتے ہیں یا یہ  
 عطائی ڈاکٹر حکیم الملک میں جو طاعون اور دوسری وبائی امراض کے موقوفوں پر اپنی خدمات

پیش کرتے ہیں، اور گورنمنٹ کسی وجہ سے اُن کی قدر افزائی کرنی چاہتی ہے۔ ایسے لوگوں کو حاوق الملک اور شفا الملک تو ملنے سے رہے آخر اُن کی اشک ثنوی کسی طرح ہونی چاہئے۔ لہذا اس طبقہ کے لوگوں کو یہ خطابات ملنے چاہئیں:-

۱۔ حاوق الملک

۲۔ شفا الملک

۳۔ ودار الملک

۴۔ وار الملک

۵۔ وبار الملک

۶۔ بلاء الملک

مثلاً:- ”سر“ کا انگریزی خطاب چونکہ بہت بڑا اور وسیع ہے لہذا گورنمنٹ بھارت میں ہندوستانیوں کے جن کی خدمات اس خطاب کا کافی صلہ و معاوضہ ہوں۔ معمولاً عام ہندوستانی کو دینے میں مضائقہ کرتی ہے جس اہل ہند کی حق تلفی ہے۔ اس لئے میں شفا راہ کرتا ہوں کہ جس طرح گورنمنٹ نے قیصر ہند کے تھے کیلئے سونے چاندی کی تفریق کئے کے لئے، گورنمنٹ کی تمیز کرو، اسی طرح سر سے نیچے درجہ کے دو اور خطاب بھی جاری فرمائے اور پوری فہرست یوں ہو

۱۔ سر

۲۔ شکم

۳۔ قدم

مثلاً یاوش نچر مارے جلسہ تجاہل کے ممتاز سبب بلند خاں صاحب کو اُن کی وفاداری کے جلد میں گورنمنٹ خطاب دینا چاہئے، لیکن اُن کی خدمات کو ”سر“ کے لائق نہ سمجھے تو ”شکم“ یا ”قدم“ کا خطاب عطا فرمائے، اور وہ ”شکم بلند خاں“ یا ”قدم بلند خاں“ ہو جائیں (جلسہ میں ہر طرف آئین۔ آئین کا شور بلند ہوا، اس آئین بالجہ کو سن کر کالم دین جنفی کو غصہ آگیا، مگر اس

نیال سے کہ مسجد نہیں دارالاجل ہے غلو شہزادہ کے ورتہ قریبہ تھا کہ رفیق یدین ہو گئے) ۱۰  
 راجا۔ بعض خطاب واروں کو مجسٹریٹ کے اختیارات بھی منجانب گورنمنٹ عطا ہوتے  
 ہیں، مگر ان میں کیساں نہیں ہوتے۔ بعض نواب بہادروں کو بھی اختیارات درجہ اول حاصل  
 ہیں، بعض خان بہادریں کو بھی۔ بعض خان بہادریں کو درجہ ذیم کے اختیارات ہیں، اس  
 خطہ دار کو دور کر دیتے۔ کچھ نامی راستے ہے کہ عطا سے اختیارات یہ ترتیب دیں ہوا۔

(۱) لیبار نواب بہادر، مہاراجہ بہادر، نواب بہادر، راجہ بہادر، چوکہ پیر کے  
 حضرت ہوتے ہیں، اس لئے انہیں اپنے تعلق اور دیگر زمینداری میں اسپیشل اختیارات  
 سہتہ چنانچہ جن میں عوام کی قید اور ایک، لاکھ روپیہ یا اندر سو ستر پانچیاں کی سزا دینے  
 کا، کیا اختیار ہے۔ اگر ضرورت ہو تو ان کو خاص اختیارات ملے، خاطر قسرت راستہ، چنانچہ ان کی زمین  
 فی پانچ سو روپے

(۲) نواب، فوجدار بہادر، خواجہ دار، مہاراجہ دیوان، بہادر دیوان کو اختیارات مجسٹریٹ درجہ اول

۱۰۰ روپے چاہئے، اگر ضرورت ہو تو ان کو بہادری میں جو وسعت ہے

(۳) خان بہادر، خواجہ بہادر، راجہ بہادر، نواب بہادر کو اختیارات درجہ دوم سراجت

ضابطہ فوجداری میں پانچ سو روپے ہے

(۴) خان صاحب، خاتم صاحب، راجہ صاحب، راجے صاحب کو اختیارات درجہ

سوم، صراجت، ضابطہ فوجداری میں پانچ سو روپے ہے

(۵) چوکہ مجسٹریٹ درجہ سوم سے نیچے اختیارات فوجداری کی حد بندی ہنوز نہیں

ہوئی ہے۔ لہذا ہماری رائے ہے کہ فوراً ایکسپریس اور پرنسپل کا قایم کیا جائے جس کا نام ہو،

مجسٹریٹ عام اس کے اختیارات میں سب ذیل سزائیں شامل ہوں۔

(الف) کان پکڑنا، شدید و خفیف گوش مالی جس میں کھینچ اور سرزد و نوں شامل ہیں

(ب) چپٹ لگوانا، جس میں لٹہ سیلی، گردنی پانچہ، رتاچہ، طباخچہ، تھپڑ، ہول وغیرہ

اپنی شدید خفیت و درجہ میں شامل ہیں \*

(ج) کھڑا رکھنا، جس میں وجوہ یا سایہ میں یا تپائی پر یا دیوار کی طرف نہ کر کے تھوڑی دیر یا بہت دیر تک جس کی مقدار و گنتی سے زیادہ ہو کھڑا رکھنا شامل ہے \*

(د) ملامت کرنا، جس میں ایسے الفاظ کہنا شامل ہیں جو دائرہ تہذیب و انسانیت و تقاہت کے باہر نہ ہوں، یا جو محاورات و مصطلحات زبان سے کہ اعتبار سے اہل زبان کے نزدیک کمال باہر نہ ہوں \*

جن حضرات کے خان، خام، ماراؤ، رائے، کے خطابات ہیں، انہیں مجسٹریٹ خام کا درجہ عطا کیا جاتے \*

(۶) ہر گاہ یہ قرین مصلحت نہیں ہے کہ ان حضرات کو تنبیہ یا سخت (خانے ہمہ) یا (بیلے) مہلہ کا خطاب دیا جائے اس وقت تک کہ کوئی اختیار عطا کیا جائے جب تک وہ کسی اعلیٰ درجہ پر ترقی نہ کر لیں۔ لہذا ان کے لئے کسی اختیار کی سفارش نہیں کی جاتی \*

خاصاً صرف شمس العلماء کا خطاب پاسنے والے حضرات کو اب تک مبلغ ایک سو روپیہ سالانہ مرحمت فرمائے جاتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ پوری تہرست عطا یا نہ جائے کہ پوری تہرست عطا یا نہ جائے۔

فین ہوا۔

- ۱۔ شمس العلماء ایک سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ آٹھ سو روپیہ پانچ آنہ چار پائی ماہوار ہونگے
- ۲۔ قمر العلماء پچھتر سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ چھ سو روپے چار آنہ ماہوار ہونگے۔
- ۳۔ نجم العلماء۔ ساٹھ سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ پانچ سو روپیہ ماہوار ہونگے۔
- ۴۔ نور العلماء۔ اڑتالیس سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ چار سو روپیہ ماہوار ہونگے۔
- ۵۔ امیر طیس العلماء۔ چوبیس سو روپیہ سالانہ جس کے مبلغ دو سو روپیہ ماہوار ہونگے۔

ساوا سار جب بڑے خطابات میں خطاب دار کو غلٹ متاسب تو چھوٹے خطا۔ میں ایسی نسبت سے کوئی اور پارچہ پوشیدہ جو بڑے خطاب سے باعتبار جہاں مست و نہایت کم ہونا

چاہئے۔ مثلاً شمس العلماء کو چونکہ عیالیتی ہے، قمر العلماء کو کوٹ لانا چاہئے۔ نجم العلماء کو واسکوٹ  
ذرتہ العلماء کو قیص، اور دیمقراطیس العلماء کو حاکمی بنیان۔ اس طرح بسیار نواب بہادر اور مہاراجہ  
بہادر سے لیکر خانے مجھ اور راکے جہنہ تک پارچہ پوشیدہ کی تعیین و تخصیص ہو جائے۔  
سابغاً۔ جو حضرات مسلمانوں اور ہندوؤں کے یکساں خیر طلب یا ان دونوں قوموں  
تعلق رکھنے والے یا ہندو مسلم اتفاق میں جانفشانی سے کوشش کرنے والے ہیں انہیں دونوں  
خطابوں کا مجموعہ دینا چاہئے۔ مثلاً بسیار نواب راجہ، فوجدار دیوان، خام رائے، وغیرہ حضرات  
میں نے آپ کا بہت وقت صرف کیا، مگر مجھے امید ہے کہ اہمیت موجب پر لیاظفرا کو آپ میرے  
سبع خراشی کو معاف فرمائیے گا۔

اس رزولوشن کی تائید شمس العلماء خان بہادر ابوطیڑ، اور خان صاحب چودھری جند  
نے نہایت پر زور الفاظ میں کی۔ اور اتفاق آرا یہ طے ہوا کہ نفل رزولوشن مع تجاویز پیش کروہ  
شمس العلماء خان بہادر نشی جنین الدین بخت احمد واران متعلقہ روانہ کی جائے۔ راجہ رام پینے  
استدعا کی جائے کہ وہ اپنی بہترین انگریزی میں تجاویز پیش شدہ بذریعہ چٹھی انگریزی روانہ  
فرما دیں۔

گلیم سدرت کے شکریہ سے بعد جلیبہ منتشر ہو گیا۔ فقط

ملا علی کاتب

## گشتی چٹھیوں کا مسودہ

کیا نام اگر آئنگے زمانہ میں سولوی لوگ و غلط میں مسجد کہا کرتے تھے کیا معنی کہ مسجد میں  
و غلط کہتے تھے۔ یہ سے لوگوں کو نصیحت ہوتی تھی۔ اس کے بعد پادریوں نے چور ہوئے پر  
مناویں کوئی نام نہ نہ کیے بہت لوگ عیسائی ہو گئے پھر خلیفوں نے انگریزی یہ نام سید



دنیا شروع کیا جس پر اکثر نوک ہنستے اور تالیاں بجاتے ہیں۔ اریہ لوگ بھی انکو کسرتن کہتے ہیں،  
 گر کیا، ہم کہ ہم ان سب کو گناہ سمجھتے ہیں اور ہم حاجی لوگ اپنے خیالات کا اظہار گشتی چٹھیوں  
 کے ذریعہ سے کرتے ہیں جس کو صاحب لوگ سرکلر لٹر کہتے ہیں اور ہماری دیکھا دیکھی بعض  
 حضرات نے لندن و لاہور و علیگڑھ کالج سے بھی گشتی خطوط بتا دیے۔ کئی دیکھا اگر ان لوگوں کو گشتی  
 چٹھی کہنے کا ڈھنگ نہیں، تاں اب ہذا ہم لوگوں کو بتائیں گے کہ گشتی چٹھی کیسے لکھی جاتی ہیں اور کہاں  
 کہاں اس کو چھپوا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ ہوا۔

## گشتی چٹھی

بنام جلیلہ اراکین انجمن تجاہل عالمیانہ و واقف کاران صیغہ راز و ممبران میونسپل بورڈ و  
 ڈسٹرکٹ بورڈ و آفٹ ریو نیوڈ پارلیمنٹ و دیگر مجالس ہائے سرکاری و غیر سرکاری منسل جمہوریت  
 کامرس و باؤس آف لارڈز و سپیک سروس کمیشن جہاں منسٹر کو کھلے لوگوں کا اظہارِ رائے تھے اور بیج  
 کرنے تھے و مشنناغ برمنی و ڈوماسے روس و ایجنٹیشن کانفرنس جس کو صاحبزادہ آفتاب احمد  
 خاں چلائے اور رپورٹ تیار کرتے ہیں و لندن سلم لیگ و مسٹر امیر علی و سر آغا خاں جو چھپ  
 سیٹھ جنوبی افریقہ میں رہیں گے جہاں قانون تار کا کن وٹن یعنی تین پونڈ والا ٹیکس لیا جاتا ہوا  
 و رجیمین جنوبی امریکہ میں رہیں گے جس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، اوو گیر مجالس ہائے سکا  
 وٹسیمی و تجماعتی وغیرہ جو دنیا کے پروسے پر موجود ہوں و جمیع ساکنان و یہاں قریات و  
 مقبضات و شہرات و اضلاع و صوبجات متحدہ اگر و اوو جہاں ہند و اوو مسلمانوں میں آج  
 کل فساد جو رہے ہیں۔ اور ابھی اور ہونگے و اربابِ حل و عقد و جماعت حزب الاحرار جس کو  
 نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی و حزب اندو انجمن خدام تھو بہ مصداق شعرا بہ مدرسہ کہ بہ قومی  
 و سنگا کی طرف سے سیدتی قرار دی جاتی والی ہے و حضرات قدامت پسند و جدت پسند و  
 اعتدال پسند و انتہا پسند و غیرہ تین زمرہ و جملہ ساکنان عالم عوامی و بنگالی و عالم مثال و عالم

برزخ و عالم سنواں جو ہر پختہ ہمدرد اخبار میں چھپتا ہے و اقوام مہذب و نیم مہذب یعنی ہندوستانی اور ترکی ٹوپی پہنے والے مسلمانوں کی خدمت میں سلام علیک اور پرسان حال صابوں کو مار جب۔

ابعدہ از انجا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات خفیہ و علانیہ بذریعہ مضامین و نامہ نگاری اخبارات، نیز باہمی گفت و شنید اور پرائیویٹ جلسوں میں وقتاً فوقتاً ایسی کچھ کہیں ہماری جاوید شکایت کروا کرتے ہیں۔ پس اندریں و لاہم آپ لوگوں کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ جو کوئی ہم کو اچھا کہے اس کو کہنے دو اور جو کوئی بُرا کہے تو سمجھ لو کہ جھوٹا ہے، اور اگر شکایت کرے تو ستراسر اس کی خطا ہے ورنہ قابل درگزر ہے۔ فلہذا یہ چند کلمے آپ لوگوں کی آگاہی کے لئے دلائل بدلائل منطقی و سبب و براہین سامعہ لکھ دیئے ہیں تاکہ واقعات بالکل اندھیرے سے صاف اُبھاسے میں چلے آئیں اور افتراء و فریب دہستان بلکہ کذب کا بھی امکان باقی نہ رہے فقط۔ بش حاجی ملخ العلاء

مکرر آنکہ اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی نہ مانے اور ہماری شکایت عمداً حیثاً یا صرخاً یا کسی اور طریقہ سے کرے تو ہرگز یقین نہ کیجئے گا بلکہ ممکن ہو تو اس کو جھوٹا اور ہم کو سچا سمجھے گا والسلام۔ راقم بندہ محمد ملخ العلاء عرف سماجی بغلول۔

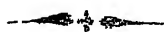
مکرر آنکہ یہ ایک گستی جھٹی ہمیشہ کے لئے کافی سمجھی جائے۔ بار بار کہنے کی ضرورت نہیں۔

کہ علو اوجوبک با ر خور و ند بس۔ تمت تمام شد

راقم آثم بندہ محمد ملخ العلاء

المکنی بابی انھول والشہرہ حاجی بغلول از مقام دریا با و ضلع بارہ بنگی بریکن لاہور خوش

وقت رائے و دیگر احباب و یاران قدیم۔



# جدید کشتابیں



اخبار ہمدرد میں علاوہ تجاہل عامیانہ کے اور کئی عنوان ایسے شائع ہوتے رہے ہیں جن کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی ہیں ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے ہم نے مقصد کیا ہے ”نقد سخن“ کا ضروری انتخاب اور داستان پاکستان کا مفید حصہ اپنے انتخاب سے لے کر نکل کی خدمت میں پیش کریں۔ یہ دونوں کتابیں زیر ترتیب ہیں اس لئے ہم ان کی ضخامت اور قیمت کے متعلق فی انجان کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ البتہ اس امر کی اطلاع ضروری خیال کرتے ہیں کہ ”نقد سخن“ اور ”داستان پاکستان“ کے اُن قدرو انوں کو جو اپنا نام ان کتابوں کے شائع ہونے سے پہلے ہمارے یہاں ورنج رجسٹر فرمائیے ہم خاص خاص روایتیں دے سکیں گے۔ ایک کارنو فوراً تحریر فرمانے کی تکلیف گوارہ فرمائیے \*

منیجر دفتر

کوپر پھولان - سہیلی

